شمارہ نمبر ۳

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

اکتوبر نومبر ۲۰۱۷ء

- امام ابوحنیفہؒ امام ابن معینؒ کے نزدیک ثقہ ہیں زبیر علی زئی کے اعتراضات کا جواب
- وضو کے اختلافی مسائل پر تحقیقی مضامین
- امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔
- امام ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایت جمہور کے نزدیک صحیح اور حجت ہے

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

ذکر کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مولانانذیرالدین قاسمی

ذکر (شرم گاہ ،آلہ تناسل)اور فرج کو چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

دلائل درج ذیل ہیں :

۱) امام ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذیؒ (م ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثناهنادقال: حدثناملازم بن عمرو، عن عبدالله بن بدرعن قيس بن طلق بن على الحنفى، عن أبيه عن النبى ﷺ قال: وهل هو الامضغة منه أو بضعة منه۔

ایک صحابی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ! وضو کے بعد شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو جسم کا ہی ایک حصہ ہے۔ **(سنن ترمذی رقم الحدیث ۸۵)**[126]

---

[126] رواۃ کی تحقیق یہ ہیں:

امام ترمذیؒ (م ۲۷۵ھ) کی ذات تعارف کی محتاج نہیں ہے ،ان کے استاد ہناد الکوفیؒ (م ۲۴۳ھ) صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ،حافظ ہیں **(تقریب رقم :۷۳۲۰،الکاشف)**،تیسرے راوی ملازم بن عمر الیمامیؒ سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ثقہ صدوق ہیں۔**(تقریب رقم:۷۰۳۵،الکاشف)** ، قیس بن طلقؒ بھی سنن اربعہ کے راوی ہیں اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔امام ابن معینؒ،امام عجلیؒ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں ان میں کوئی حرج نہیں جانتا۔**(تہذیب التہذیب ج:۸ ص: ۳۹۸،سوالات ابو داؤد رقم : ۵۵۱)** امام ابن عبد الہادیؒ نے ان کی ثقاہت کو ثابت کیا ہے۔ **(تعلیقات علی علل ابن ابی حاتم ص: ۸۶)** ابن حبانؒ نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔**(کتاب الثقات ج:۵ص: ۳۱۳)** پھر کئی محدثین نے ان کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے۔اور غیر مقلدین کا اصول گزر چکا ہے کہ حدیث کی تصحیح و تحسین اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(ص:۹۶) لہذا ثابت ہوا کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں۔ اور ان کے والد طلق بن علی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں۔

اسی طرح بلوغ المرام میں ہے کہ :

عن طلق بن علی رضی اللہ عنہ قال قال رجل: مسست ذکری أو قال: الرجل یمس ذکرہ فی الصلاۃ، أعلیہ وضوء ؟فقال النبی ﷺ ''لا انما ھو بضعۃ منک'' أخرجہ الخمسۃ و صححہ ابن حبان، و قال ابن المدینی: ھو احسن من حدیث بسرۃ۔

طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے (حضور ﷺ سے) کہا کہ میں نے اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگایا یا (کسی) آدمی نے نماز میں اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگایا، تو کیا اس پر وضو ہے ؟ تو حضور ﷺ نے فرما یا: نہیں وہ تو تمہارے جسم کا ہی ایک حصہ ہے۔

اسے ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے اورامام ابن المدینیؒ (**م ۲۳۴ھ**) کہتے ہیں کہ یہ حدیث بسرہؓ کی حدیث (جس میں شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کرنے کا ذکر ہے، اس) سے اچھی ہے۔(**بلوغ المرام للحافظ، حدیث نمبر :۷۲**)

اس حدیث کو امام ترمذیؒ (**۲۷۵ھ**)، امام ابن حبانؒ (**م ۳۵۴ھ**)، امام ضیاء الدین المقدسیؒ (**م ۶۴۳ھ**)، امام ابن الجارودؒ (**م ۳۰۷ھ**)، امام طحاویؒ (**م ۳۲۱ھ**)، امام طبرانیؒ (**م ۳۶۰ھ**) وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔(**صحیح ابن حبان رقم الحدیث : ۱۱۲۰، احادیث المختارہ ج:۸ص:۱۵۲، المنتقی لابن جارود رقم الحدیث : ۲۱، شرح معانی الآثار ج۱ص: ۷۶، حدیث نمبر: ۴۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی ج:۸ص: ۳۳۴، رقم الحدیث :۸۲۵۲**)

امام ابن حزمؒ (**م ۴۵۶ھ**) نے بھی اپنی کتاب میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔حافظ ابن مندہؒ (**م ۳۹۵ھ**) نے اس حدیث کو بسرہؓ کی حدیث سے بہتر قرار دیا ہے۔یہی بات الامام الحافظ عمر بن علی الفلاسؒ (**م ۲۴۹ھ**) اور امام علی بن المدینیؒ (**م ۲۳۴ھ**) سے بھی مروی ہے۔نیز امام عمر بن علی الفلاسؒ نے صحیح بھی کہا ہے۔امام محمد بن یحی الزہلیؒ (**م ۲۵۸ھ**) نے بھی اسے بسرہؓ کی حدیث سے بہتر کہا ہے۔امام ابن قطانؒ (**م ۶۲۸ھ**) نے اسے حسن کہا ہے۔ابن عبد البرؒ (**م ۴۶۳ھ**) بھی کہا ہے کہ ''أحسن اسانیدہ من جھۃ ملازم'' اور یہ بھی ملازم کی سند سے ہی ہے۔امام ابن عبدالحق اشبیلیؒ (**م ۵۸۱ھ**) نے بھی صحیح کہا ہے، امام ابن عبدالہادیؒ (م ۷۴۴ھ) بھی اسے حسن یا صحیح کہتے ہیں۔(**شرح ابن ماجہ للمغلطائی ج:۱**

ص:۴۳۸،۴۳۹،نصب الرایہ ج:۱ص:۶۲، تلخیص الحبیر ج:۱ص:۳۴۶،تعلیقات علل ابن ابی حاتم ص:۸۶) معلوم ہوا کہ اس حدیث کو کئی ائمہ نے صحیح وحسن کہا ہے ۔[127]

---

[127] **اعتراض نمبر ۱:**

ابو صہیب داؤد ارشد صاحب کہتے ہیں کہ طلقؓ کی روایت میں منسوخ ہونے کا احتمال ہے۔کیونکہ حضرت طلق بن علیؓ کی حدیث پہلے کی ہے۔اور سیدنا ابو ہریرہؓ کی بعد کی ہے ،اور حنفیہ کے نزدیک دو متعارض احادیث میں جو پہلے کی ہوگی وہ منسوخ ہوتی ہے۔اور پھر موصوف نے امام ابن حبانؒ کا قول نقل کیا ہے ،کہ حضرت طلق بن علیؓ کی روایت منسوخ ہے ،کیونکہ طلقؓ حضور ﷺ کے پاس ہجرت کے پہلے سال کے اوائل میں آئے، جب مسلمان مسجد نبوی کی تعمیر کررہے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔اور ابو ہریرہؓ **(۷ھ)** میں اسلام قبول کیا تھا۔تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث طلق بن علیؓ کی روایت کے سات سال بعد کی ہے۔

پھر اسی ضمن میں ابوصہیب صاحب نے عبد الحی لکھنویؒ وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں۔**(حدیث او راہل تحقیق ج:۱ص :۲۶۶)** طلقؓ کی حدیث کو امام طبرانیؒ،امام بغویؒ وغیرہ دوسرے ائمہ نے بھی منسوخ کہا ہے۔

الجواب :

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ طلقؓ کی حدیث کے بارے میں امام ابن حبانؒ نے منسوخ ہونے کا دعوی اس بنیاد پر کیا ہے کہ حضرت طلقؓ جب آپ ﷺ کے پاس تشری لائے تھے تو ان کے آنے کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تھی ،چونکہ مشہور یہ ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر آپ ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے بعد پہلی ہجری میں ہوئی تھی۔اس سے ابن حبانؒ نے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ طلقؓ کی حدیث منسوخ ہے اور ابو ہریرہؓ کی حدیث ناسخ ،کیونکہ وہ **(۷ھ)** میں اسلام لائے تھے۔

لیکن صرف مسجد نبوی کی تعمیر کی بنیاد پر طلقؓ کی حدیث کو مسوخ کہنا صحیح نہیں ہے ،وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں مسجد نبوی دو مرتبہ تعمیر ہوئی تھی۔ایک **(۱ھ)** میں جو کی مشہور ومعروف ہے۔اور دوسری مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کے اسلام لانے کے بعد۔چنانچہ خود ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ :

أنهم كانوا يحملون اللبن الى بناء المسجد ،ورسول الله ﷺ معهم قال :فاستقبلت رسول الله ﷺ وهو عارض لبنة على بطنه ،فظننت انها قد شقت عليه قلت ناطلنيها يا رسول الله قال خذ غيرها يا أبا هريرة فانه لا عيش الا عيش الآخرة۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کی تعمیر کیلئے اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ (اینٹیں اٹھا رہے)تھے۔اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سامنے سے آیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک بڑی اینٹ اپنے پیٹ پر (سہارا لگا)کر اٹھا رہے تھے ،تو میں نے سمجھا کہ آپ کے لئے اس کا اٹھا نا مشکل ہورہا ہے ،تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! آپ یہ مجھے دے دیجئے۔آپ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ اے ابو ہریرہ !تم دوسرا لے لو ! اس لئے کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔(**مسند احمد ج: ۱۴ ص : ۵۱۲،رقم الحدیث ۸۹۵۱،مجمع الزوائد رقم الحدیث :۱۹۵۰،حافظ ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو صحیحین کے رجال کہا ہے۔)**

نوٹ :

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اسکی سند میں مطلب بن عبد اللہ بن حنطبؒ ہیں،جن کا سماع ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے ،لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا سماع ابو ہریرہؓ سے ثابت ہے۔چنانچہ مسند احمد ج: ۱۵ص:۶۵حدیث نمبر :۸۳۱۴میں حسن درجے کی روایت موجودہے،جس میں مطلب بن عبداللہؒ نے سماع کی صراحت کی ہے فرماتے ہیں کہ :قال المطلب بن عبداللہ بن حنطب سمعت اباھریرۃ۔

اسی طرح **صحیح ابن خزیمہ :حدیث نمبر: ۲۲۳۰،مستدرک للحاکم ج:۱ص:۶۲۰،حدیث نمبر: ۱۶۵۴،سنن کبری للبیہقی ج:۵ص:۶۵،حدیث نمبر: ۹۰۱۳**میں بھی "المطلب بن عبداللہ بن حنطب ،قال:سمعت اباھریرۃ"کی وضاحت موجود ہے۔

لہذا صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ مطلب بن عبد اللہ بن حنطبؒ کا سماع ابو ہریرہؓ سے ثابت ہے۔

الغرض یہ حدیث بالکل صحیح ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ دوسری مرتبہ کی تعمیر میں موجود تھے۔الاما م العلامہ السمہودیؒ(م ۹۱۱ھ) کہتے ہیں کہ "وھذافی البناء الثانی"ابو ہریرہؓ کی یہ شرکت تعمیر ثانی میں ہے۔(**وفاء الوفاء للسمہودی ج:۱ص:۲۶۰**) اور دوسری روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن العاصؓ(م ۴۳ھ) مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت حاضر تھے۔ (**المجم الکبیر للطبرانی ج:۱۹ص: ۳۳۰،مجع الزوائد :حدیث نمبر: ۱۵۶۲۱**،حافظ ہیثمیؒ نے اس کے رجال ک ثقہ کہا ہے ،نیز دیکھئے **مسند ابی یعلی الموصلی ج:ص: ۳۳۳،حدیث نمبر: ۷۳۵۱،المستدرک للحاکم ج:۳: ۴۳۶،حدیث نمبر : ۵۶۵۹،مسند احمد حدیث نمبر : ۱۱۰۱۱)**

اور یاد رہے کہ عبداللہ بن عمر بن العاص ؓ اور ان کے والد عمر بن العاص ؓ دونوں نے آٹھ ہجری میں اسلام قبول کیا تھا۔(**معجم الصحابہ للبغوی ج:۳ص:۴۹۵،اکمال تہذیب الکمال ج:۱۰ص: ۱۹۴،الاصابہ لابن حجر ج:۴ص:۵۳۷**)،

پھر اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن رجب ؒ(**م ۷۹۵ھ**) کہتے ہیں کہ "**وھو ایضا مما یدل علی تأخیر بناء المسجد حتی شھدہ عمرو بن العاص و ابنہ عبداللہ**" (ابو ہریرہ ؓ کی حدیث کی طرح)یہ حدیث بھی مسجد نبوی کی تعمیر ثانی پر دلالت کرتی ہے ،یہاں تک کہ اس تعمیر میں عمر وبن عاص اور ان کے بیٹے عبداللہ شریک تھے۔(**فتح الباری لابن رجب : ج:۳ص: ۳۰۷**) نیز اس روایت میں مسجد سے مراد مسجد نبوی ہے ،جیسا کہ حافظ ابن حجر ؒ نے صراحت کی ہے۔(**فتح الباری ج:۱ص:۵۴۲**)

لہذا یہ ساری تفصیلات سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی کی تعمیر دو مرتبہ ہوئی تھی ،اور دوسری مرتبہ کی تعمیر میں ابو ہریرہ ؓ،عمر وبن العاص ؓ اور ان کے بیٹے عبد اللہ ؓ شامل تھے۔

دوسری مرتبہ کہ تعمیر میں ہی طلق بن علی ؓ آئے تھے :

امام ابن حبان ؒ(**م ۳۵۴ھ**) نے جن روایات کو پیش فرماکر طلق بن عدی ؓ کی روایت کو منسوخ کہا ہے ،ان میں ایک میں ذکر ہے کہ

"**وأخبرناہ أن بأرضنا بیعة لنا، واستوھبناہ من فضل طھورہ، فدعا بماء فتوضأ منہ و تمضمض، وصب لنا فی اداوۃ**"

طلق بن علی ؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بتایا کہ ہمارے علاقے میں ایک گرجا گھر ہے ہم نے آ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ اپنے وضو کے بچا ہوا پانی ہمیں عنایت فرمائیں ! تو آپنے وضو کا پانی منگوایا ،اس سے وضو کیا اور کلی کی ،پھر آپ ﷺ نے ہمارے لئے اس کو ایک برتن میں انڈیل لیا اور آگے اسی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس گرجا گھر کو توڑ کر اسے اس پانی سے دھو کر ،اسے مسجد بنا نے کا حکم دیا۔الفاظ یہ ہیں،"**اذھبوا بھذا الماء فاذا قدمتم بلدکم فاکسروا بیعتکم ،ثم انضحوا امکانھا من ھذا الماء، واتخذوا امکانھا مسجدا**"۔(**صحیح ابن حبان حدیث نمبر :۱۱۲۳،واسنادہ صحیح**)

حالانکہ یہ روایت مختصر ہے ،جبکہ تفصیلی اور مکمل روایت طبقات ابن سعد میں موجود ہے۔امام ابن سعد ؒ(**م ۲۳۰ھ**) فرماتے ہیں کہ :

قال: أخبرنا محمد بن عمر الاسلمي قال: حدثني الضحاك بن عثمان عن يزيد بن رومان، قال محمد بن سعد: وأخبرنا علي بن محمد القرشي عم من سمى من رجاله قالوا: قدم وفد بني حنيفة على رسول الله ﷺ بضعة عشر رجلا فيهم رحال بن عنفوة وسلمى بن حنظلة السحيمي، وطلق بن علي بن قيس، وحمران بن جار من بني شمر، وعلي بن سنان، والأفعس بن مسلمة، وزيد بن عبد عمرو، ومسيلمة بن حبيب، وعلى الوفد سلمى بن حنظلة، فأنزلوا دار رملة بنت الحارث۔ فأجريت عليهم ضيافة، فكانوا يؤتون بغداء وعشاء مرة خبزا ولحما ومرة خبزا ولبنا ومرة خبزا خبزا وسمنا وتمرا نثر لهم۔ فأتوا رسول الله ﷺ في المسجد فسلموا عليه وشهدوا شهادة الحق۔ وخلفوا مسيلمة في رحلهم، وأقاموا أياماً يختلفون الى رسول الله ﷺ وكان رحال بن عنفوة يتعلم القرآن من أبي بن كعب، فلما أرادوا الرجوع الى بلادهم أمر لهم رسول الله ﷺ بجوئزهم خمس أواق لكل رجل، فقالوا يا رسول الله انا خلفنا صاحبا لنا في رحالنا يبصر هالنا، وفي ركابنا يحفظها علينا، فأمر له رسول الله ﷺ [بمثل ما أمر به لاصحابه وقال: ليس بشركم مكانا لحفظه ركابكم ورحالكم]، فقيل ذلك لمسيلمة فقال: عرف أن الامر الى من بعده۔ ورجعوا الى اليمامة وأعطاهم رسول الله ﷺ اداوة من ماء فيها فضل طهور، فقال: اذا قدمتم بلدكم فاكسروا بيعتكم وانضحوا امكانها بهذا الماء واتخذوا امكانها مسجدا، ففعلوا۔ وصارت الاداوة عند الافعس بن مسلمة، وصار المؤذن طلق بن علي۔ فأذن فسمعه راهب البيعة فقال: كلمة حق ودعوة حق۔ وهرب۔ فكان آخر العهد به۔

(خلاصہ یہ ہے کہ) یزید بن رومانؒ کہتے ہیں کہ بنو حنیفہ کے دس سے کچھ زیادہ آدمیوں کا ایک وفد حضور ﷺ کے پاس آیا، جن میں رحال بن عنفوہ، سلمہ بن حنظلہ السہیمی، طلق بن علی بن قیس، اور بنی شمر میں سے صرف حمران بن جابر، علی بن سنان، افعس بن مسلمہ، زید بن عبد عمر و اور، مسیلمہ بن حبیب الکذاب تھا، اس وفد کے رئیس سلمی بن حنظلہ تھے۔ یہ لوگ رملہ بنت حارث کے مکان پر ٹھہرائے گئے، اور مہمان نوازی کی گئی، ان لوگوں کو دونوں وقت کا کھانا دیا جاتا تھا۔ یہ لوگ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کی اور حق کی شہادت دی، (حضور ﷺ کے پاس) آتے ہوئے مسیلمہ کو اپنے کجاوے میں چھوڑ گئے تھے، چند روز مقیم رہ کر نبی ﷺ کی خدمت میں آمد ورفت کرتے رہے، رحال ابی بن کعبؓ سے قرآن کا درس لیتے رہے، واپسی کا اردہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہر شخص کو ۵،۵ اوقیہ انعام دینے کا حکم دیا۔ پھر یہ لوگ یمامہ واپس گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو پانی کا ایک برتن عطا فرمایا، جس میں آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی تھا اور فرمایا کہ جب اپنے وطن جانا تو گرجا گھر توڑ ڈالنا، اس جگہ پر اس پانی کو چھڑکنا، اور پھر وہاں اس جگہ پر مسجد بنا دینا۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور برتن افعس بن مسلمہ کے پاس رہا، طلق بن علی مؤذن ہوئے اور انہوں نے اذان دی، اس گجا گھر کے راہب نے اذان سنی اور کہا کہ حق کی دعوت ہے اور بھاگ کھڑا ہوا اور یہ اس کا آخری زمانہ تھا۔ **(طبقات ابن سعد ج:۱ص: ۲۴۰)**

تنبیہ :

اس روایت میں اگرچہ محمد بن عمر الاسلمیؒ(**م۲۰۷ھ**) ضعیف ہیں ،جوکہ مؤرخ واقدیؒ کے نام سے مشہور ہیں ،لیکن ابن سعدؒ نے ان کے متابع میں امام علی بن محمد ابو الحسن المدائنیؒ(**م۲۲۵ھ**،ثقہ) کو ذکر کیا ہے۔لہذا ثقہ متابع ہونے کی وجہ سے اس روایت میں مؤرخ واقدیؒ پر جرح بیکا ر ہے اور واقدی کی سند کے باقی رواۃ بھی ثقہ ہیں ،لہذا یہ سند حسن درجے کی ہے ،اور اس کی مزید تائید ابن حبان کی صحیح روایت سے بھی ہوتی ہے ،جسکا ذکر پہلے گزر چکا ،لہذا یہ روایت اپنے شاہد کے ساتھ مل کر اور بھی قوی ہوجاتی ہے۔

اس روایت میں موجود ہے کہ طلق بن علیؓ کے وفد میں مسیلمہ کذاب بھی موجود تھا۔اور امام ابن ہشامؒ کی تحقیق یہ ہے کہ مسیلمہ (**۹ھ**) میں حضور ﷺ کے پاس آیا تھا۔(**سیرت ابن ھشام ج:۲ص: ۵۷۶**) لہذا اس پوری تفصیل سے تین باتیں معلوم ہوئیں :

۱) امام ابن حبانؒ کا قول کہ طلق بن علیؓ ہجرت کے پہلے سال میں آئے تھے یہ قول صحیح نہیں ہے۔

۲) مسجد نبوی کی دو مرتبہ تعمیر ہوئی تھی اور تعمیر ثانی میں طلق بن علیؓ آئے تھے۔

۳) اس حدیث سے الٹا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ پہلے کی ہے اور طلق بن علیؓ بعد کی ہے۔یعنی پوری روایت سامنے آنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث (جس میں شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کرنے کا ذکر ہے) وہ منسوخ ہے اور طلق بن علیؓ کی حدیث ناسخ ہے۔کیونکہ طلق بن علیؓ کا وفد حضرت ابو ہریرہؓ کے اسلام لانے کے بعد آیاتھا،جیساکہ تفصیل سے وضح ہوتا ہے۔

حضرت طلق بن علیؓ کی حدیث کے ناسخ ہونے پر مزید بحث :

درج ذیل وجوہات کی وجہ سے بھی طلق بن علیؓ کی حدیث کو ترجیح حاصل ہے ،جن سے ان کی حدیث کا ناسخ ہونا معلوم ہوتاہے۔

- "**الوضوءممایخرجولیسممایدخل**" والی حدیث سے طلق بن علیؓ کی تائید ہوتی ہے۔(دیکھئے **ص:۱۸۲**)
- خود ابو ہریرہؓ سے بھی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کانہ ٹوٹنا ثابت ہے۔

- جمہور صحابہؓ اسی کے قائل ہیں کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اعتراض نمبر۲:

ابو صہیب داؤد ارشد صاحب کہتے ہیں کہ اسکی سند میں بھی جرح ہے ،اور پھر موصوف نے طلق بن علیؓ کے بیٹے قیس بن طلقؒ پر جرح کی ہے۔**(حدیث اور اہل حدیث ج:۱ص:۲۶۷)**

الجواب :

ہم نے ابتداء میں ہی امام ابن معینؒ،امام عجلیؒ،امام ابن حبانؒ،امام احمد بن حنبل ،اور امام ابن عبدالہادیؒ وغیرہ کے حوالے ان سے ان کا ثقہ ہونا ثابت کیا ہے۔ان کی حدیث کو جمہور فقہاء اور محدثین نے صحیح کہا ہے ،اور غیر مقلدین کا اصول گزر چکا ہے کہ حدیث کی تصحیح وتوثیق اس حدیث کے تمام راویوں کی توثیق ہوتی ہے، لہذا ثابت ہوا کہ وہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں ،لہذا ابو شعیب صاحب کاان پر جرح کرنا باطل ومردود ہے۔

اعتراض نمبر۳ :

داؤد ارشدصاحب لکھتے ہیں کہ حدث طلق بن علیؓ مضطرب ہے۔امام طبرانیؒ نے طلق بن علیؓ کی حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے وہ وضو کرے۔سند ضعیف ہے۔**(حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۶۷)**

الجواب :

تعجب ہے کہ سند کو ضعیف بھی کہتے ہیں اور حدیث کو مضطرب بھی مانتے ہیں۔حالانکہ خود ان کے فرقے کے عالم کفایت اللہ کی سنابلی صاحب مضطرب حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اضطراب اس وقت تسلیم کیا جاتا ہے جب ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو ،لیکن اگر ترجیح کی صورت موجود ہو تو اضطراب کا دعوی مردود ہے۔نیز کفایت اللہ صاحب امام نوویؒ کے حولے سے لکھتے ہیں کہ مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف طرق سے مروی ہو ،جو آپس میں ہم پلہ ہوں(یعنی روایت کی صحت میں برابر ہوں)اور اگر دو روایتوں میں ایک روایت راجح قرار پائے ،اس کے راوی کے احفظ ہونے کے سبب یا مروی عنہ کے ساتھ کسی راوی کی کثرت صحبت کے سبب یا کسی اور وجہ سے ،توحکم راجح روایت کے اعتبار سے لگے گااور ایسی

صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار :

حضرت علیؓ،ابن مسعودؓ،حذیفہ بن الیمانؓ،عمران بن حصینؓ اور ابو ہریرہؓ کے فتاویٰ :

- الامام الحافظ الکبیر عبدالرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ :

عن سلمان بن مهران الاعمش عن المنهال بن عمرو عن قيس بن السكن أن عليا وعبدالله بن مسعود و حذيفة بن اليمان وأباهريرة لايرون من مس الذكر وضوءا وقالوا: لا بأس به۔

قیس بن سکنؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ،عبداللہ بن مسعودؓ،حذیفہ بن الیمانؓ اور ابو ہریرہؓ شرمگاہ کے چھونے سے وضو کے قائل نہیں تھے۔اور وہ سب کہتے تھے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔**(مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر : ۴۳۶،واسنادہ صحیح)**[128]

صورت میں یہ روایت مضطرب نہیں رہے گی۔**(مسنون تراویح ص: ۵۶)**اور یہاں پر ترجیح یہ ہے کہ ہماری طلق بن علی کی روایت صحیح سند سے ہے اور امام طبرانیؒ کی نقل کردہ روایت ضعیف ہے ،جس کا اقرار خود ابو صہیب صاحب نے کیاہے۔ لہذا خود فرقہ اہل حدیث کے اصول سے ابوشعیب صاحب کا اعتراض باطل ومردود ہے۔

[128] حدیث کے رواۃ کی تحقیق یہ ہے : امام عبدالرزاقؒ (م ۲۱۱ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور مشہور ثقہ اور حافظ الحدیث ہیں ۔(تقریب رقم : ۴۰۶۴)،امام سلیمان بن مہران الاعمشؒ (م ۱۴۸ھ) بھی صحیحین کے راوی ہیں (تقریب رقم : ۲۶۱۵) منہال بن عمر الکوفیؒ بھی صحیح بخاری کے راوی ہیں ،اور جمہور کے نزدیک ثقہ ،صدوق راوی ہیں ،**(تقریب رقم : ۶۹۱۸،تہذیب التہذیب ج: ۱۰ ص: ۳۲۱،الکاشف)** قیس بن سکنؒ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب رقم : ۵۵۷۸)** معلوم ہوا کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

نوٹ :

اس روایت میں امام اعمشؒ نے **'معنعن'** کیاہے۔ ،لیکن ان کی 'معنعن' جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔(دیکھئے **ص: ۲۳۸)** اور پھر ان کی متابعت بھی موجود ہے جو کہ آگے آرہی ہے۔لہذا اس روایت میں ان پر تدلیس کا اعتراض ہی مردود ہے۔

- امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) کہتے ہیں کہ :

حدثنا جریر عن قابوس عن أبیه قال: سئل علی عن الرجل یمس ذکرہ قال لا بأس به۔

ابو ضبیانؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کہ ایک آدمی اپنی شرمگاہ چھوتا ہے (تو اس کا کیا حکم ہے کیا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟) تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(**مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر : ۱۷۵۷، واسنادہ حسن**)[129]

---

[129] امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ (**م ۲۳۵ھ**) ،جریر بن عبد الحمیدؒ (**م ۱۸۸ھ**) اور قابوس کے والد ابو ضبیانؒ (**م ۹۰ھ**) صحیحین کے رواۃ ہیں اور ثقہ ہیں۔(**تقریب رقم : ۱۳۶۶، ۹۱۶، ۳۵۷۵**)اور قابوس بن ابی ضبیانؒ بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ابن ابی مریم ،ابن ابی خیثمہ ،عباس الدوری ،یزید ابن الہیثم اور طہمان کہتے ہیں کہ ابن معینؒ نے قابوس کو ثقہ کہا ہے۔ (**موسوعۃ الاقوال امام یحی بن معین ج: ۴ص: ۳۷، المختلف فیھم لابن شاہین ص: ۶۲، ۶۳**)،امام ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ ان کی طرف رجوع کرو کہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔امام یعقوب بن سفیانؒ انہیں ثقہ کہتے ہیں۔،امام عجلیؒ نے بھی انہیں ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا کہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے ،امام حاکمؒ نے بھی انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔(**تہذیب التہذیب ج : ۸ص: ۳۰۶، معرفۃ العلوم للحاکم ص: ۲۴۰**)،امام ہیثمیؒ (**م ۸۰۷ھ**) فرماتے ہیں کہ "ثقۃ وفیه ضعف" ثقہ ہیں اور ان میں کچھ کمزوری ہے۔اور ایسا راوی غیر مقلدین کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔(**مجمع الزوائد حدیث نمبر: ۹۷۳۲، نماز میں ہاتھ باندھنے حکم اور مقام ص: ۳۴**)،پھر امام ابن الجارودؒ (**م ۳۰۷ھ**)،امام ابن خزیمہؒ (**م ۳۱۱ھ**) ،امام ضیاء الدین مقدسیؒ (**م ۶۴۳ھ**) ،امام ترمذیؒ (**م ۲۷۹ھ**) ،حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (**م ۸۵۲ھ**)،امام عبد الحق اشبیلیؒ (**م ۵۸۱ھ**) وغیرہ نے ان کی حدیث کو صحیح یا حسن کہا ہے۔(**المنتقی لابن الجارود رقم الحدیث : ۱۱۰۷، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر: ۸۶۵، احادیث المختارہ ج:۹ص: ۵۳۱، سنن ترمذی حدیث نمبر : ۲۹۱۳، ۳۱۳۹، مطالب العالیہ ج:۲ص: ۴۳۹، موافقات الخبر لابن حجر ج:۲ص:۲۴، احکام الوسطی ج:۳ص: ۱۱۷**)،غیر مقلد عالم زکریا بن غلام قادر کہتے ہیں کہ قابوس میں کوئی خرابی نہیں ہے اور اس میں کچھ کمزوری ہے۔ (**ما صح من آثار الصحابۃ فی الفقہ ج: ۳ص: ۱۱۰۲**) امام ابن شاہینؒ (**م ۳۸۵ھ**)نے بھی انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ (**تاریخ اسماء الصفات ص:۱۹۲**) لہذا معلوم ہوا کہ قابوسؒ جمہور کے نزدیک ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔جس کی وجہ یہ سند حسن درجے کی ہے۔

- امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ :

عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ قال فی مس الذکر قال لا بأس بہ مالم یعمد ذلک۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس نے جان بوجھ کر ہاتھ نہ لگایا ہو (کیونکہ بغیر کسی عذر کے شرمگاہ کو جان بوجھ کر ہاتھ لگانا ناپسندیدہ ہے) ۔**(من حدیث الامام سفیان بن سعید الثوری حدیث نمبر: ۳۲،** و اسنادہ حسن، **الاوسط لابن المنذری ج:۱ص:۲۰۰)**[130]

- امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ :

اخبرنا أبو حنیفۃ رحمہ اللہ عن حماد عن ابراھیم النخعی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی مس الذکر قال: ما أبالی مسستہ أو طرف انفی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مس ذکر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ناک اور شرمگاہ کو چھونے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔**(موطا امام محمد حدیث نمبر: ۱۸،** و اسنادہ صحیح مرسل)[131]

- امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثنا ابن مرزوق قال: ثنا عمرو بن ابی رزین قال ثنا ھشام بن حسان عن الحسن عن خمسۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ منھم علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و حذیفۃ بن الیمان و عمران بن حصین و رجل آخر أنھم کانوا الایرون فی مس الذکر وضوءا۔

---

[130] اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں ، مگر حارث الاعورؒ ضعیف ہیں ، لیکن چونکہ ابو ضبیانؒ ان کے متابع میں موجود ہیں، اس لئے ان کا ضعف اس روایت میں ختم ہوجاتا ہے ، ابو اسحٰق السبیعیؒ کے متابع میں قابوسؒ ہونے کی وجہ سے ان پر تدلیس کا الزام بھی مردود ہے اور امام سفیان ثوریؒ نے ان سے ان کے اختلاط سے پہلے روایت لی ہے۔**(المختلطین للعلائی ص: ۹۴)** لہذا یہ روایت بھی متابعات کی وجہ سے حسن ہے۔

[131] اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں ، البتہ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت جمہور کے نزدیک حجت ہے ، پھر امام ابراہیم النخعیؒ کی مراسیل کو جمہور محدثین نے بھی صحیح اور حجت قرار دیا ہے ، جس کی تفصیل **ص: ۲۵۱** پر موجود ہے ۔

امام حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پانچ صحابہ جن میں حضرت علیؓ،ابن مسعودؓ،حذیفہؓ،عمران بن حصینؓ اورایک دوسرے صحابی ہیں ،وہ سب شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کے قائل نہیں تھے۔**(شرح معانی الآثار ج:۱ص: ۷۸،حدیث نمبر : ۴۸۷)**

نوٹ : اس سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور امام ہشام بن حسانؒ **(م۱۴۸؁ھ)** کا امام حسن بصریؒ سے سماع ثابت ہے ،جس کی بحث **ص: ۲۷۲** پر موجود ہے۔

اسی طرح امام حسن بصریؒ کا سماع حضرت علیؓ اور عمران بن حصینؓ سے بھی ثابت ہے۔جس کی تفصیل **ص:۲۷۴** پر موجود ہے۔ لہذا ان دونوں حضرات سے حسن بصریؒ کی یہ روایت متصل ہے۔

البتہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ سے ان کے سماع کی صراحت نہیں ملی۔لیکن چونکہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ دونوں سے دوسری صحیح سندوں سے یہی روایت آئی ہے،جن میں ایک روایت کی تفصیل گزر چکی۔اور باقی آگے آرہی ہے۔لہذا یہ روایت بھی مقبول اور صحیح ہے۔

نیز اگر امام حسن البصریؒ کی حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کو مرسل تسلیم کرلیا جائے تو بھی مراسیل حسن بصری جمہور ائمہ نقاد کے نزدیک صحیح ہیں ،دیکھئے **دوماہی الاجماع مجلہ شمارہ نمبر:۱ص: ۵۰۔**

- اسی طرح اس روایت کے متصلاً بعد امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ :

حدثناسليمان بن شعيب قال: ثناعبدالرحمن قال: ثناشعبة عن قتادة عن الحسن عن عمران بن حصين نحوه۔

یعنی عمران بن حصینؓ کے نزدیک بھی ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔**(شرح معانی الآثار ج:۱ص: ۷۸،حدیث نمبر ۴۸۸**،واسنادہ حسن)[132]

"**الحسن عن عمران بن حصين**"کی سند متصل ہے ،تفصیل **ص:۲۷۴**پر موجود ہے۔

---

[132] اس کی سند میں سلیمان بن شعیب سے مراد سلیمان بن شعیب ابو محمد المصریؒ ہیں ،جو کہ ثقہ ہیں **(تاریخ الاسلام ج:۶ص:۵۵۵)** اسی طرح عبدالرحمن سے مراد عبدالرحمن بن محمد بن زیاد المحاربیؒ **(م۱۹۵؁ھ)** ہیں جو کہ صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب رقم:۳۹۹۹)** لہذا اس کی سند حسن ہے۔

- امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ :

أخبرنا سلام بن سليم الحنفي عن منصور بن المعتمر عن أبي قيس عن أرقم بن شرحبيل قال: قلت لعبدالله بن مسعود: انی احک جسدی و أنا في الصلاة فأمس ذکری فقال: انما هو بضعة منک۔

ارقمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ میں نماز میں اپنے جسم کو کھجلا تا ہوں اور اپنی شرمگاہ کو چھولیتا ہوں ،تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ وہ جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔(یعنی جس طرح جسم کے دوسرے حصوں کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ،اسی طرح شرمگاہ کو بھی چھونے میں کوئی حرج نہیں)۔**(موطا امام محمد ص:۳۷،حدیث نمبر: ۲۱،واسنادہ صحیح)**

- ایک اور جگہ بھی امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کہتے ہیں کہ :

أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن ابراهيم أن ابن مسعود رضى الله عنه سئل عن الوضوء من مس الذكر فقال: ان كان نجسا فاقطعه يعني أنه لا بأس به۔

ابن مسعودؓ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ نجس ہے تو اسے کاٹ دو یعنی (وہ نجس نہیں ہے لہذا) اس (کو چھونے)میں کوئی حرج نہیں ہے۔**(کتاب الآثار ج:۱ص: ۳۶،حدیث نمبر: ۲۳،واسنادہ صحیح مرسل)**

نوٹ : امام ابراہیم النخعیؒ کی مراسیل خصوصاً ابن مسعودؓ سے جمہور محدثین کے نزدیک حجت ، صحیح اور مسند سے زیادہ قوی ہے۔تفصیل **ص:۲۵۱** پر موجود ہے۔

نیز یہی روایت مختلف الفاظ کے ساتھ **معجم الکبیر للطبرانی ج:۹ص:۲۴۷،حدیث نمبر:۹۲۱۵،مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر :۱۷۶۳،**وغیرہ کتابوں میں حسن سند کے ساتھ موجود ہے۔

- امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ :

أخبرنا مسعر بن كدام عن اياد بن لقيط عن البراء بن قيس قال قال حذيفة بن اليمان في مس الذكر: مثل انفک۔

حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ نے فرمایا کہ شرمگاہ کو چھونا ناک کو چھونے کی طرح ہے۔(یعنی جس طرح ناک کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا)۔**(موطا امام محمد ص:۲۷حدیث نمبر: ۲۴،واسنادہ صحیح واللفظ لہ،مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر : ۱۷۶۰،شرح معانی الآثار ج:۱ص:۷۸)**

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا فتوی :

- امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ :

أخبرنا اسماعیل بن عیاش قال: حدثنی جریر بن عثمان عن حبیب بن عبید عن ابی الدرداء أنہ سئل عن مس الذکر فقال انما ھو بضعۃ منک۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔(**موطا امام محمد ص:۳۸ ،حدیث نمبر :۲۸،و اسنادہ صحیح مرسل و اللفظ لہ،الاوسط لابن المنذری ج:۱ص:۲۰۱،حدیث نمبر :۹۸**)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا فتوی :

- امام احمدؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ :

أخبرنا مسعر بن کدام عن عمیر بن سعید النخعی قال: کنت فی مجلس فیہ عمار بن یاسر فذکر مس الذکر فقال: انما ھو بضعۃ منک و ان لکفک لموضعا غیرہ۔

عمیر بن سعیدؒ النخعی کہتے ہیں کہ میں ایک مجلس میں تھ جس میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تشریف فرما تھے تو شرمگاہ کو چھونے کے مسئلے کا ذکر آیا تو عمار بن یاسرؓ نے فرمایا کہ وہ تو تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے ،اور یقیناتمہاری ہتھیلی کیلئے جسم کی دوسری جگہ بھی ہیں۔(**موطاامام محمد ص: ۳۷حدیث نمبر : ۲۳،اسنادہ صحیح ،مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر :۱۷۵۴**)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فتوی :

- امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثنا محمد بن خزیمۃ قال ثنا عبداللہ بن رجاء قال أنا زائدۃ عن اسماعیل بن أبی خالد عن قیس بن ابی حازم قال: سئل سعد عن مس الذکر فقال: ان کان نجسا فاقطعہ لا بأس بہ۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے شرمگاہ ہاتھ لگانے سے وضو کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ حصہ نجس ہے تو اسے کاٹ ڈالو ،(حالانکہ) شرمگاہ کو ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔**(شرح معانی الآثار ج: اص: ۷۷،حدیث نمبر: ۴۷۰،واسنادہ حسن)**

- اسی طرح ایک اور جگہ امام طحاویؒ **(م۳۲۱ھ)** فرماتے ہیں کہ :

حدثنا ابراهيم بن مرزوق قال ثنا أبو عامر قال ثنا عبدالله بن جعفر عن اسماعيل بن محمد عن مصعب بن سعد قال: كنت آخذا على ابي المصحف فاحتككت فأصبت فرجي فقال أصبت فرجك؟ قلت نعم: احتككت فقال: اغمس يدك في التراب ولم يأمرني أن اتوضأ۔

مصعب بن سعدؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے اس مصحف (قرآن) اٹھائے ہوئے تھا،مجھے کھجلی ہوئی کھجلاتے ہوئے میرا ہاتھ شرمگاہ تک پہنچ گیا،والد صاحب (حضرت سعدؓ)نے فرمایا: تیرا ہاتھ شرمگاہ کو بھی پہنچاہے ؟میں نے جواب دیا :ہاں !تو آپ نے فرمایا کہ مٹی میں اپنا ہاتھ مارو اور مجھے وضو کرنے کو نہیں کہا۔

- اس کی تیسری سند بھی امام طحاویؒ نے یہ ذکر فرمائی ہے کہ :

حدثنا محمد بن خزيمة قال ثنا عبدالله بن رجاء قال: و حدثنا زائدة عن اسماعيل بن ابي خالد عن الزبير بن عدي عن مصعب بن سعد مثله غير انه قال قم فاغسل يدك۔

اور اس میں ہاتھوں کو دھونے کا ذکر ہے۔**(شرح معانی الآثار ج:اص: ۷۷،حدیث نمبر : ۴۶۸،۴۶۹،واسنادہ صحیح)**

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتوی :

- امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ :

حدثنا صالح بن عبدالرحمن قال: ثنا سعيد بن منصور قال ثنا هشيم قال أنا الاعمش عن حبيب بن ابي ثابت عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنه أنه كان لا يرى في مس الذكر وضوءا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کے قائل نہیں ہیں۔

- اسی طرح ایک اور روایت امام طحاوی ؒ نے نقل کی ہے کہ عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا : مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میں شرمگاہ کو چھوؤں یا ناک کو ،(دونوں کا حکم برابر ہے)۔**(شرح معانی الآثار ج:۱ص: ۷۷،۷۸،**و اسنادہ حسن) یہ روایت امام طحاوی ؒ نے اس سند سے بھی ذکر فرمائی ہے :

حدثنا أبو بکرۃ قال: ثنا أبو عامر قال: ثنا ابن ابی ذئب عن شعبة مولی ابن عباس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مثلہ۔ (شرح معانی الآثار ج:۱ص: ۷۷،حدیث نمبر: ۴۷۳)

- امام محمد ؒ **(م ۱۸۹ھ)** فرماتے ہیں کہ :

أخبرنا طلحة بن عمرو المکی أخبرنا عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس قال فی مس الذکر و أنت فی الصلاۃ قال: ما أبالی مسسته او مسست انفی۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے حالت نماز میں شرمگاہ کو ہاتھ لگ جانے کے بارے میں کہا کہ میں اپنی شرمگاہ یا ناک کو چھونے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔**(موطا امام محمد ص:۳۶،حدیث نمبر ۱۴)**[133]

- امام عبدالرزاق الصنعانی ؒ **(م ۲۱۱ھ)** فرماتے ہیں کہ :

عن ابن جریج قال أخبرنی محمد بن یوسف عن کثیر من أهل المدینة أن ابن عباس قال لابن عمر : لو أعلم أن ما تقول فی الذکر حقا لقطعته ثم اذا لو أعلمه نجسا لقطعته و ما أبالی ایاه مسست او مسست أنفی۔

حضرت ابن عباس ؓ نے ابن عمر ؓ سے فرمایا کہ :اگر میں یہ سمجھتا کہ شرمگاہ (کو ہاتھ لگانے سے وضو)کے بارے میں آپ جو بات کہہ رہے ہیں ،وہ درست ہے تو اس کو کاٹ دیتا اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ یہ نجس ہے ،تو میں اسے کاٹ دیتا (حالانکہ)

---

[133] اس روایت میں **طلحة بن عمرو المکی** پر کلام ہے۔ اسی **شرح معانی الآثار ج:۱ص: ۷۷،حدیث نمبر: ۴۷۳** کی سند میں **شعبة مولی ابن عباس** پر بھی کلام ہے۔ لیکن اس سے پہلے ۲ حسن درجہ کی سندیں گزر چکی جس سے ان دونوں راویوں کی روایت کی تائید ہوتی ہیں۔ لہذا ان دونوں (**شعبة مولی ابن عباس**، **طلحة بن عمرو المکی**) کے ضعف سے روایت کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں نے اس کو چھویا ہے یا اپنی ناک کو چھویا ہے۔**(مصنف عبد الرزاق حدیث :۴۳۵)**[134]

الغرض ان ساری تفصیلات سے معلوم ہوا کہ نو صحابہ کرام شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کے قائل نہیں تھے۔

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ

۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۳) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۵) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

۶) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۷) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

۸) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

یعنی جمہور صحابہ کرام کا عمل بھی طلق بن علیؓ کی روایت پر ہے۔ پھر حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ "**الوضوء ممایخرج ولیس ممایدخل**"وضو ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو نکلتی ہیں ،نا کہ ان چیزوں سے جو داخل ہوتی ہیں۔[135]

---

[134] اس کی سند میں کثیر سے مراد ابن عمرؓ کے شاگرد کثیر بن افلح المدنیؒ ہیں جو کہ ثقہ ہیں۔**(مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر :۵۶۰۶)** لہٰذا اس کی سند صحیح ہے۔واللہ اعلم

[135] تفصیل **ص: ۱۸۲** پر موجود ہے۔

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہیں کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔اور یہی امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا قول ہے۔**(الحجۃ علی اہل المدینہ ج:۱ص: ۵۹)**

دم سائل اور پیپ ناقض وضو ہے۔

مولانانذیرالدین قاسمی

خون یا پیپ نکل کر بہہ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں :

دلیل نمبرا:

امام ابن عدیؒ(**م۳۶۵ھ**)فرماتے ہیں کہ :

حدثنا القاسم بن محمد بن العباد، حدثنا أحمد بن عبدة، حدثنا حسين بن حسن عن جعفر بن زياد الأحمر، عن أبي هاشم الرماني عن زاذان عن سلمان قال رعفت عند النبي ﷺ فأمرني أن أحدث وضوء۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھے اور میری ناک میں سے خون نکلا ،تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں نیا وضو کروں۔(**الکامل لابن عدی ج:۲ص:۳۷۵،و اسنادہ حسن**)[136]

---

[136] اس روایت کے تمام رجال ثقہ ہیں ،امام ابن عدیؒ(**م۳۶۵ھ**)کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں ،ان کے شیخ قاسم بن محمد بن العبادؒثقہ ہیں۔(**تقریب رقم : ۵۴۹۲**) ان کے استاد احمد بن عبادؒ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب رقم :۷۴**) ان کے استاد ابو عبداللہ حسین بن حسنؒ الکوفیؒ(**م۲۰۶ھ**)کے بارے میں امام ابن معینؒفرماتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں اور ان میں کوئی خرابی نہیں ہے ،امام احمد بن حنبلؒانہیں صدوق منکر الحدیث کہتے ہیں ،امام ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے ،امام بخاریؒ مقارب الحدیث کہتے ہیں ،امام ابن خزیمہؒامام حاکمؒ نے ان کی حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے۔(**تہذیب التہذیب ج:۲ص:۳۳۵،۳۳۶،سوالات ابن الهانی لأحمد رقم : ۲۳۵۸،علل ترمذی ص:۱۸۴، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث :۲۴۸۹،المستدرک للحاکم ج:۳ص: ۱۴۸،رقم الحدیث ۴۶۶۹**) اور پھر سنن دارقطنی میں ثقہ راوی اسحاق بن منصور الکوفیؒ(م ۲۰۴ھ)اور اسمعیل بن ابان الوراقؒ(م ۲۱۶ھ)ان کے متابع میں بھی موجود ہے۔(**سنن دارقطنی ج:۱ص:۲۸۵،۲۸۶،حدیث نمبر :۵۷۷،۵۷۸**)لہذا اس روایت میں ان پر جرح بیکار ہے اوروہ ثقہ ہیں۔

پانچوے راوی جعفر بن زیاد الاحمرؒ(**م۱۶۷ھ**) ہیں ترمذی اور نسائی کے راوی ہیں اور ثقہ صدوق ہیں۔(**تقریب رقم :۹۴۰،تہذیب التہذیب ج:۵ص:۹۲،۹۳**) چھٹے راوی ابوہشام الرمانیؒ(**م۱۲۲ھ**) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب رقم :۸۴۲۵**) ساتویں راوی ابو عبداللہ زاذانؒ(**م۸۲ھ**) صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ صدوق ہیں (**تقریب رقم : ۱۹۷۶**

دلیل نمبر ۲:

امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثنا الحسین بن اسماعیل، واحمد بن عبداللہ الوکیل، قالا: نا عمر بن شیبۃ، قال نا عمر بن علی المقدمی، نا ھشام بن عروۃ، عن أبیہ، عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: اذا احدث أحدکم وھو فی الصلاۃ فلیضع یدہ علی انفہ ثم لینصرف۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوران نماز جب تم میں سے کسی شخص کی ناک میں سے خون یا پیپ ٹپکے ،تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے پھر نماز توڑ دے۔(**سنن دار قطنی رقم الحدیث :۵۸۵، واسنادہ صحیح**)[137]

دلیل نمبر ۳:

امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثنا محمد بن اسماعیل الفارسی، وعثمان بن أحمد الدقاق، قالا، نا یحی بن ابی طالب، نا عبد الوھاب، أنا ابن جریج ، عن أبیہ عن النبی ﷺ قال: من وجد رعافاً أو قیئا او مذیا أو قلسا فلیتوضأ ثم لیتم علی ما مضی ما بقی وھو مع ذلک یتقی ان یتکلم۔

عبدالعزیز بن جریجؒ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی نکسیر ،پھوٹ جائے ،یا قئ یا مذی یا متلی آئے ،تو اسے چاہیئے کہ وہ وضو کرے اور باقی نماز کو مکمل کرلے ،بشرطیکہ اس نے بات کرنے سے پرہیز کیا ہو۔(**سنن دار قطنی رقم الحدیث :۵۷۳،واسنادہ صحیح مرسل**)[138]

الکاشف) ان کے استاد سلمان فارسیؓ مشہور صحابی رسول ہیں ،اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام رجال ثقہ ہیں اور یہ روایت حسن درجے کی ہے۔نیز دیکھئے **معجم الکبیر للطبرانی ج:۶ص:۲۳۹،المجروحین لابن حبان ج:۳ص:۱۰۵۔**

[137] امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) مشہور ثقہ ،حافظ اور امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اس حدیث میں ان کے استاد حسین بن اسمعیل القاجیؒ (م ۳۳۰ھ) اور احمد بن عبد اللہ الوکیلؒ (م ۳۲۵ھ) ثقہ ہیں۔(**الدلیل المغنی لشیوخ الامام أبی الحسن الدار قطنی ص: ۱۸۹، ۹۶**) ابو زید عمر بن ابی معاذ الصباح البصریؒ (م ۲۶۲ھ) بھی صدوق اور ثقہ راوی ہیں۔ (**تقریب رقم :۴۹۱۸**) عمر بن علی المقدمیؒ (م ۱۹۰ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔(**تقریب رقم : ۴۹۵۲**) ہشام بن عروہؒ،اور ان کے والد دونوں بھی صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں (**تقریب رقم : ۷۳۰۲،۴۵۶۱**) حضرت ام المؤمنین عائشہؓ مشہور صحابیہ اور خواتین میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔لہذا یہ سند صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام محمد بن یحی الذہلیؒ(م۲۵۶ھ)،امام ابوذرعہ الرازیؒ(م۲۶۴ھ)امام ابن عبدالہادیؒ(م۷۴۴ھ)نے مرسلاً صحیح کہا ہے۔یہی خیال امام ابوحاتم ؒ،امام دارقطنیؒ،اور امام بیہقی ؒوغیرہ کا بھی ہے۔(**سنن دارقطنی حدیث نمبر :۵۷۲،علل ابن ابی حاتم ج:۱ص:۴۸۳،ج:۲ص:۴۵۹، تحقیق التنقیح لابن عبدالہادی ج:۱ص:۲۸۵، علل دارقطنی ج:۱۱ص:۳۶۱، سنن الکبری للبیہقی ج:۱ص: ۲۲۳،حدیث نمبر:۶۷۰**)

اور اس روایت سے احتجاج کرتے ہوئے امام ابن جوزیؒ(م۵۹۷ھ) اور امام ابن عبد الہادیؒ(م۷۴۴ھ)کہتے ہیں کہ :'مرسل عندنا حجة'مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔(**التحقیق لابن ابی الجوزی ج:۱ص:۱۸۸، تحقیق التنقیح لابن عبد الہادی ج:۱ص:۲۸۵**)

یادرہے کہ مرسل روایت جمہور محدثین کے نزدیک حجت ہے اور امام شافعیؒاور ان کے ہم فکر محدثین اور غیر مقلدین کے نزدیک مرسل کی تائید میں جب کوئی مرسل یا ضعیف سند آجائے ،تو حجت ہے۔(**دوماہی الاجماع مجلہ: شمارہ۱: ص ۶۵**)

لہذا غیر مقلدین کا اب اس مرسل روایت کو ضعیف کہہ کر انکار کرنا خود ان کے اصول کی روشنی میں مردود ہے، کیونکہ اس حدیث کی دو صحیح مسند روایتیں اوپر گزر چکی۔

دلیل نمبر۴:

امام علی بن الجعدؒ(م۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثنا علی، أنا یزید بن أبراهیم، عن أبی الزبیر، عن جابر أن النبی ﷺ قال: الوضوء مما یخرج ولیس مما یدخل۔

[138] اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اورابن جریجؒ(م۱۵۰ھ) کے والد عبد العزیز بن جریج ؒبھی ثقہ ہیں۔آپ کو امام عجلی ؒ، اور امام ابن حبانؒنے ثقات میں شمار کیا ہے۔(معرفۃ الثقات للعجلی ج:۲ص:۹۵،رقم : ۱۱۰۴،کتاب الثقات لابن حبان ج:۷ص: ۱۱۴) لہذا وہ بھی ثقہ ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وضو ان چیزوں سے ہے ،جو نکلتی ہے نا کہ ان چیزوں سے جو داخل ہوتی ہے ۔(**مسند ابن الجعد رقم الحدیث :۳۰۶۶**،واسنادہ صحیح)[139] اس سند کے تمام روات صحیح بخاری کے ہیں۔

یہا ں اس حدیث میں آپ ﷺ نے اصول بیان فرمایا ہے کہ وضو ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو جسم سے نکلتی ہے۔ چنانچہ خون اور پیپ بھی جسم سے نکلتی ہے۔لہذا ان سے بھی وضو ٹوٹ جا تاہے۔

دلیل نمبر۵:

امام ابوعبید قاسم بن سلام ؒ(**م ۲۲۴ھ**)فرماتے ہیں کہ :

ثنا حجاج ،عن زکریا بن سلام ،عن عبیدۃ بن حسان ،و حمزۃ بن حسان ،یرویان الحدیث الی رسول اللہ ﷺ أنه قال :یعاد الوضوء من سبع :من اقطار بول ،أو قئ ذراع أو دم سائل أو نوم مضطجع أو دسعة تملأ الفم ،أو قهقة فی صلاۃ ،أو حدث۔

عبید بن حسان ؒاور حمزہ بن حسان ؒ(مرسلاً) روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وضو سات چیزوں سے ٹوٹتا ہے :

۱: پیشاب کے ٹپکنے سے۔

۲: منہ بھر کے قئ کرنے سے

۳: بہنے والے خون سے

۴: چت لیٹنے سے

---

139 اس روایت میں اگرچہ امام ابو زبیر المکی ؒ(**م ۱۲۶ھ**) مدلس ہیں لیکن ابن عباس ؓ کی حدیث (**سنن دار قطنی رقم الحدیث :۵۵۳**،واسنادہ ضعیف) اس کی شاہد ہے۔ لہذا ان پر تدلیس کا الزام مردود ہے۔پھر امام ابو زبیر المکی ؒحضرت جابر بن عبداللہ ؓ کے شاگردوں میں سے ہیں اور ان کا سماع حضرت جابرسے مشہور ومعروف ہے۔نیز وہ جابر بن عبداللہ ؓ سے کثرت سے روایت کرتے ہیں۔(یعنی وہ ان کی روایت میں مکثر ہیں) لہذاامام عبداللہ بن زبیر الحمیدی ؒ(**م ۲۱۹ھ**) کے قول سے ان کی عن والی روایت بھی حجت ہے۔(**الکفایہ للبغدادی ص:۳۷۴**)،مزید تفصیل **ص: ۱۸۲** پر موجود ہے۔

۵: منھ بھر کے قئ کرنے سے

۶: نماز قہقہہ لگا کر ہنسنے سے

۷: حدث (پیشاب ،پاخانہ کرنے)سے۔**(کتاب الطہور للقاسم ص:۴۰۲)**[140]

---

[140] سند کے رواۃ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں :

امام قاسم بن سلامؒ**(م ۲۲۴ھ)**ثقہ اور مشہور محدث ہیں۔**(تقریب رقم :۵۴۶۲)**،امام حجاج بن محمد الاعورؒ(م ۲۰۶ھ)بھی ثقہ مضبوط راوی ہیں۔**(تقریب رقم :۱۱۳۵)**،زکریا بن سلامؒبھی ثقہ راوی ہیں ،امام ابن حبانؒ**(م ۳۵۴ھ)**اور امام قاسم بن قطلوبغاؒ**(م ۸۷۹ھ)** نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔امام ذہبیؒ**(م ۷۴۸ھ)**نے انہیں صدوق کہا ہے۔**(کتاب الثقات لابن حبان ج:۸ص:۲۵۲،کتاب الثقات لابن قاسم ج:۴ص:۳۲۰،تاریخ الاسلام ج:۳ص:۸۶۵)**اس روایت میں زکریا بن سلام نے دو لوگوں سے روایت کیا ہے۔

پہلے عبیدہ بن حسانؒسے جو کہ ضعیف ہیں۔(میزن الاعتدال ج:۳ص:۲۶) دوسرے حمزہ بن حسانؒسے جو کہ مقبول راوی ہیں۔کیونکہ ان سے تین تین ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے۔محمد بن سلمہ الحرانیؒ**(م ۱۹۱ھ)**،بقیہ بن ولیدؒ(م **۱۹۷ھ**) اور زکریا بن سلامؒنے ان سے روایت کیا ہے۔**(الجرح والتعدیل ج:۳ص:۲۱۰،الاباطیل والمناکیر لحافظ جورقانی ج:۲ص:۸۵،شرف اصحاب الحدیث ص:۸۰)** پھر امام ابن ابی حاتمؒنے انہیں اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں شمار کیاہے۔اور ان پر کوئی جرح نہیں کی ہے ،یہ غیر مقلدین کے نزدیک ابن ابی حاتمؒکی طرف سے توثیق ہوتی ہے۔**(مسند احمد** تحقیق احمد شاکر مصری:**ج:۲:ص۳۴۴،حدیث نمبر۴۶۰،۱۷۲۰**،مرعاۃالمفاتیح:**ج۵:ص۱۰۲)** نیز حافظ المشرق خطیب بغدادیؒ **(م ۴۶۳ھ)** نے ان کی روایت کو محفوظ کیا ہے۔**(تاریخ بغداد ج:۱۳ص:۲۶۶)** اور کسی حدیث کی تصحیح یا تحسین اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے ،جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے ۔(دیکھئے،**ص:۹۶)** پس ثابت ہواکہ امام خطیب البغدادیؒکے نزدیک حمزہ بن حسانؒثقہ ہیں ،ان ساری تفصیلات سے معلوم ہو ا کہ یہ روایت مرسل حسن درجے کی ہے۔

نوٹ:

کتاب الطہور للقاسم بن سلام کے مطبوعہ نسخے میں کاتب کی غلطی کی وجہ سے حمزہ بن حسان کے بجائے حمزہ بن یسار ہوگیاہے۔**(کتاب الطہور للقاسم ص:۴۰۲)** جبکہ الامام الحافظ مغطائیؒ**(م ۷۶۲ھ)** نے شرح ابن ماجہ میں یہی روایت امام ابو عبیدؒکی کتاب سے نقل فرمائی ہے او روہاں حمزہ بن حسان لکھا ہے۔**(شرح ابن ماجہ للمغطائی ص:۵۳۷)**اسکین ملاحظہ فرمائے

پہلے بات گزر چکی ہے کہ اگر مرسل کی تائید میں کوئی ضعیف مسند یا مرسل روایت آجائے تو وہ مرسل روایت بالاتفاق حتیٰ کہ غیر مقلدین کے نزدیک بھی حجت ہوتی ہے،اس روایت کی تائید دوسری مراسیل اور مسند سے ہوتی ہے۔

- امام دارقطنیؒ (م۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ:

حدثنا محمد بن اسمعیل الفارسی، ناموسی بن عیسی بن المنذر، ناأبی، نابقیة، عن یزید بن خالد، عن یزید بن محمد ،عن عمر بن عبدالعزیز، قال: قال تمیم الداری: قال رسول اللہ ﷺ الوضوء من کل دم سائل۔

حضرت تمیم داریؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر بہنے والے خون سے وضو ہے۔**(سنن دارقطنی حدیث نمبر :۵۸۱**،یہ روایت مرسل ضعیف ہے اور اس کی سند میں یزید بن خالد اوریزید بن محمد مجہول ہیں)

نوٹ :

شرح سنن ابن ماجہ

تألیف

الإمام الحافظ علاء الدین مغلطای ابن قلیج بن عبد الله الحنفي

"٦٨٩ : ٧٦٢هـ"

تحقيق

كامل عويضة

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

وواصل هذا ليس معروفًا، إنما روى عنه الأوزاعي، وحديث عليّ ابن أبي طالب قال: أتى أعرابي إلى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله/ إنَّا نكون بالبادية [١/٢٣٦] فيخرج من أحدنا الرويحة، فقال - عليه الصلاة والسلام -: «إن الله لا يستحيي من الحق، إذا فعل أحدكم فليتوضأ، ولا تأتوا النساء فى أعجازهن». رواه أحمد فى مسنده[١] عن وكيع؛ حدثنا عبد الله بن مسلم الحنفى عن أبيه عنده، وحديث عائشة قالت: جاءت سلمى امرأة أبي رافع إلى النبي ﷺ تستعديه على أبي رافع، فقال رسول الله ﷺ : «يا أبا رافع مالك ولها قال: يا رسول الله، إنها تؤذيني فقال - عليه الصلاة والسلام - بما آذيته؟ قلت: يا رسول الله، إنما قلت أن النبي ﷺ أمر المسلمين أن يتوضؤوا للصلاة فقام يضربني، فجعل رسول الله ﷺ يقول: «إنها لم تأمرك إلا بخير». رواه الترمذي[٢] في العلل عن عبد الله بن أبي زياد ثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد ثنا أبي عن ابن إسحاق عن هشام بن عروة عن أبيه عنها، وقال: سألت محمدًا عن هذا الحديث، فقال: هذا حديث محمد بن إسحاق عن هشام، وسألت أبا زرعة فقال مثله، وذكره الإمام أحمد فى مسنده، فجعله من مسند سلمى، والله أعلم. وحديث صفوان بن عسال قال: رخص لنا رسول الله ﷺ فى المسح على الخفين: «للمسافر ثلاثًا، إلا من جنابة، ولكن من غائط أو بول أو ريح». رواه البيهقي فى السنن[٣]: لم يقل فى هذا الحديث أو ريح غير وكيع عن مسعر، وقال الحاكم فى تاريخ نيسابور: سمعت أبا عبد الله محمد بن يعقوب الحافظ، وسأله محمد بن عبيد: لِمَ ترك الشيخان حديث صفوان بن عسال؛ فقال: لفساد الطريق إليه، والله أعلم. وحديث عبده بن حسان وحمزة بن حسان مرفوعًا/ عند أبو عبيد: «يعاد الوضوء»، وزعم بعضهم أنَّ [٢٣٦/ ب]

(١) صحيح. رواه أحمد فى «المسند»: (١/ ٨٦، ٥/ ٢١٣، ٢١٥).

(٢) ضعيف. علل الترمذي، وأورده الهيثمي في «مجمع الزوائد» (١/ ٢٤٣) وعزاه إلى «أحمد» و«البزار» والطبراني في «الكبير»، ورجال أحمد رجال الصحيح، إلا أنَّ فيه محمد بن إسحاق، وقد قال: حدثني عروة، والله أعلم.

(٣) ضعيف. رواه البيهقي فى «الكبرى» (١/ ٢٧٦، ٢٨٢) والدارقطني فى «سننه» (١/ ١٣٣).

قلت: متنه مضطرب، تبدو عليه النكارة.

٥٣٧

لہذا درست اور صحیح حمزہ بن حسان ہے۔قارئین سے گزارش ہے کہ اسے نوٹ کرلیں۔

بقیہ بن ولیدؒ (م۱۹۷ھ) نے سماع کی صراحت کردی ہے ۔**(شرح مختصر الطحاوی للجصاص ج:۱ص:۳۶۵**،واسنادہ حسن الی بقیہ)

- امام ابن عدیؒ (م۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثناعبداللہ بن أبی سفیان الموصلی، حدثنا أحمد بن الفرج، حدثنا بقیة، حدثنا شعبة عن محمد بن سلیمان بن عاصم بن عمر بن الخطاب، عن عبدالرحمن بن ابان بن عثمان، عن زید بن ثابت، قال: قال رسول اللہ ﷺ الوضوء من کل دم سائل۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا : ہر بہنے والا خون سے وضو ہے ۔**(الکامل لابن عدی ج:۱ص:۳۱۳**،واسنادہ حسن مرسل)[141]

---

[141] رواۃ کی تفصیل یہ ہے :

امام ابن عدیؒ مشہور ثقہ اور حافظ ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۸ص: ۲۴۰)**،عبداللہ بن زیاد بن خالد بن ابی سفیان الموصلیؒ بھی ثقہ ہیں ،امام قاسم بن قطلوبغاؒ نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے،امام مسلمہ بن قاسمؒ بھی انہیں ثقہ مانتے ہیں ،امام ضیاء الدین مقدسیؒ نے ان کی روایت کو صحیح کہا ہے ۔**(کتاب الثقات للقاسم ج:۶ص: ۲۸،احادیث المختارہ ج:۳ص:۱۱۲)** لہذا جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں ،لہذا ان حضرات کی توثیق ابن عدیؒ کا انہیں منکر کہنے پر مقدم ہے۔

احمد بن فرجؒ بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

اعتراض :

زید بن ثابتؓ کی روایت پر اعتراض کرتے ہوئے بحوالہ تاریخ بغداد ابوصہیب داؤد ارشد صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی سند مین احمد بن فرج حمصی راوی ہیں ،ان کے ہم وطن محمد بن عوف حمصی نے سخت ضعیف اور کذاب کہا ہے۔اور فرماتے ہیں کہ بقیہ کی جو روایت ان کے پاس ہے ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔(یہ روایت بھی بقیہ سے نقل کررہے ہیں) یہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ کذاب شخص ہے۔شراب پیتا ہے ۔**(حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۴۸)**

الجواب :

اول تو ابو صہیب صاحب کے نقل کردہ قول کی سند یہ ہے :

قرأت فی کتاب أبی الفتح أحمد بن الحسن بن محمد بن سهل المالکی الحمصی، أخبرنا أبو هاشم، ثم عبد الغافر بن سلامة بحمص، قال: قال محمد بن عوف: و الحجازی کذاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(تاریخ بغداد)

غور فرمایئے! اس میں خطیب بغدادیؒ ابو الفتح احمد بن حسن المالکی الحمصی کی کتاب کا تذکرہ کررہے ہیں، لہذا ابو الفتح محمد بن حسن الحمصیؒ کی توثیق غیر مقلدین سے مطلوب ہے۔یاد رہے کہ **میزان الاعتدال ج:۱ص:۹۲،** میں انکے بارے میں لکھا ہے کہ **"قیل: یتهم بوضع الحدیث قاله الضیاء"۔**

دوم غیر مقلد محدث زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ فلاں امام نے فلاں راوی کو کذاب یا ضعی کہا ہے، بلکہ اصل مسئلہ صرف یہ ہے کہ جمہور محدثین کس طرف ہیں ؟جب جمہور محدثین سے ایک قول (مثلاً توثیق یا تضعیف)ثابت ہوجائے تو اس کے مقابلے میں ہر شخص یا بعض اشخاص کی بات مردود ہے۔**(مقالات ج:۶ص:۱۴۳)** لہذا اگر کسی راوی کی جمہور توثیق کردیں تو غیر مقلدین کے نزدیک کذاب کی جرح بھی مردود ہے اور احمد بن فرجؒ کی توثیق جمہور نے کردی ہے۔دلائل ملاحظہ فرمائیں :

امام ابن ابی حاتمؒ **(م ۳۲۷ھ)** فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وہ سچا ہے، امام مسلمہ بن قاسمؒ بھی انہیں ثقہ مشہور کہتے ہیں، امام ابن حبانؒ نے انہیں ثقات مین شمار کیا ہے، امام حاکم ؒ نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے، امام ابن الجارودؒ **(م ۳۰۷ھ)**، امام ابو عوانہؒ **(م ۳۱۶ھ)**، امام حاکمؒ **(م ۴۰۵ھ)** امام ذہبیؒ **(م ۷۴۸ھ)**، امام ابو نعیمؒ **(۴۳۰ھ)** حافظ ابن عساکرؒ **(م ۵۷۱ھ)**، امام ابن کثیرؒ **(م ۷۷۴ھ)** وغیرہ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ **(المنتقی حدیث نمبر: ۱۹، صحیح ابو عوانہ حدیث نمبر: ۸۱۱۰، المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی ج:۲ص:۲۳۰ حدیث نمبر: ۲۸۴۳، ج:۴ص: ۳۷۸، مستخرج علی صحیح مسلم ج:۴ص:۹۹، معجم ابن عساکر ج:۲ص:۱۱۲۴، تفسیر ابن کثیر ج:۶ص:۵۵۵)** حافظ ذہبیؒ آپ کو الشیخ، المعمر، المحدث کہتے ہیں۔ **(سیر اعلام النبلاء ج:۱۲ص: ۵۸۴)**، امام ابو احمد الحاکمؒ **(م ۳۷۸ھ)** کہتے ہیں کہ جب احمد بن فرج بغداد پہنچے، تو محدثین نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور وہ ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔**(لسان المیزان ج:۱ص: ۵۷۵)**، امام قاسم بن قطلوبغاؒ نے بھی آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔**(کتاب الثقات للقاسم ج:۱ص: ۴۵۶)** امام عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ **(م ۲۹۰ھ)** نے بھی آپ سے روایت کی ہے، اور غیر مقلدین کے نزدیک آپ صرف ثقات سے روایت کرتے ہیں۔**(اتحاف النبیل ج:۲ص: ۱۰۳)** ثابت ہوا کہ جمہور کے نزدیک احمد بن فرجؒ ثقہ ہیں۔لہذا خود غیر مقلدین کے اصول سے ان پر

- امام البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ :

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ انا ابو جعفر محمد بن سلمان بن منصور المذکر ثنا سھل بن عفان السجزی ثنا الجارود بن یزید عن ابن ابی ذئب عن الزھری عن سعید بن مسیب عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ "یعاد الوضوء من سبع من اقطار البول والدم السائل والقئ ومن دسعۃ یملأ بھا الفم ونوم المضطجع وقھقھۃ الرجل فی الصلاۃ وخروج الدم۔

اس کی سند میں سہل بن عفان مجہول ہیں اور جارود بن یزیدؒ ضعیف ہیں جیسا کہ امام بیہقیؒ نے کہا ہے۔ (**الخلافیات للبیھقی ج: ۱ ص: ۳۶۳**)

کذاب کی جرح مردود ہے۔ نیز یاد رہے کہ امام ابن الجارودؒ (م ۳۰۷ھ)، امام ابو عوانہؒ (م ۳۱۶ھ)، امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، امام ابو نعیمؒ (م ۴۳۰ھ) حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) وغیرہ نے "**أحمد بن الفرج ثنا بقیۃ بن الولید**" کی سند کو صحیح کہا ہے، جس کا حوالہ اوپر گزر چکا۔ تو ثابت ہوا کہ جمہور کے نزدیک یہ سند بھی صحیح ہے، لہذا داؤد ارشد صاحب کا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

احمد بن فرجؒ کے استاد بقیہ بن ولیدؒ (م ۱۹۷ھ) بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، جب وہ سماع کی تصریح کر دیں۔ (**الکاشف رقم : ۶۱۹**) اور اس روایت میں بھی انہوں نے سماع کی تصریح کی ہے، لہذا یہاں پر وہ ثقہ ہیں۔ امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) مشہور ثقہ حافظ الحدیث، امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ (**تقریب رقم : ۲۷۹۰**)، محمد بن سلیمان بن عاصم بن عمرؒ بھی ثقہ ہیں، کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امام شعبہؒ صرف ثقات سے روایت کرتے ہیں۔ (**انوار البدر : ص ۱۳۲، نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام : ص ۴۴**)

نوٹ: امام ابن عدیؒ کا کہنا ہے کہ یہاں شعبہؒ کے استاد محمد بن سلیمان بن عاصم بن عمرؒ نہیں، بلکہ عمر بن سلیمان بن عاسم بن بن عمرؒ ہیں جو کہ سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ اور ثقہ ہیں۔ (**الکامل ج: ۲ ص: ۲۶۲، تقریب رقم : ۴۹۱۲**) روایت کی صحت ر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ عبدالرحمن بن ابان بن عثمانؒ بھی سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ثقہ، عابد ہیں۔ (**تقریب رقم : ۳۷۹۲**) اور زید بن ثابتؓ مشہور صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ البتہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ عبدالرحمن بن ابان کا زید بن ثابتؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

اور جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ امام شافعیؒ اور ان کے ہم فکر محدثین اور غیر مقلدین کے نزدیک اگر کسی مرسل کی تائید میں کوئی دوسری مرسل یا ضعیف مسند روایت آجائے ،تو اس صورت میں وہ مرسل سب کے نزدیک حجت ہوگی۔یہاں پر بھی کتاب الطہور کی مرسل کی تائید میں حسن درجے کی دوسری مرسل اور دیگر مرسل اور مسند روایت موجود ہے۔لہذا خود غیر مقلدین کے اصول سے کتاب الطہور والی مرسل روایت مقبول ہے۔

نوٹ :

پیپ خون کے حکم میں ہے ،چنانچہ امام ابراہیم النخعیؒ (**م ۹۶ھ**) فرماتے ہیں کہ :"القیح بمنزلۃ الدم یعید الوضوء" پیپ خون کے حکم میں ہے ،جس سے وضو ٹوٹ جاتاہے۔(**الحجۃ علی اہل المدینہ ج:۱ص:۶۹** واسنادہ حسن ،**مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث ۳۶۲۴،مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۱۲۶۰،واسنادہ حسن**)، امام زہریؒ (**م ۱۲۵ھ**) فرماتے ہیں کہ "القیح والدم سواء" پیپ اور خون (حکم میں)برابر ہے۔امام ابراہیم النخعیؒ،امام حماد بن ابی سلیمانؒ (**م ۱۲۰ھ**)اور امام حکمؒ (**م ۱۱۳ھ**) فرماتے ہیں "ماخرج من البشرۃ من شیئ فھو بمنزلۃ الدم"جو چیز بھی پھوڑے سے نکلے ،خون کے حکم میں ہے۔(**مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۱۲۵۷،۱۲۶۰،واسنادھما صحیح**)،

امام قتادہؒ (**م ۱۱۸ھ**) بھی کہتے ہیں کہ "والقیح والدم سواء" پیپ اور خون دونوں حکم میں برابر ہے۔امام مجاہدؒ (**م ۱۰۴ھ**)نے بھی یہی بات فرمائی ہے۔(**مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۵۴۳،۵۵۲**،واسنادہ حسن) امام احمد بن حنبلؒ (**م ۲۴۱ھ**) کہتے ہیں کہ خون ،پیپ وغیرہ سب ایک ہی حکم میں ہے۔(**مسائل حرب للکرمانی ص:۳۲۰**)، امام لیث بن سعدؒ (**م ۱۷۵ھ**) بھی یہی کہتے ہیں کہ : "القیح بمنزلۃ الدم" امام عروہؒ بن زبیرؒ (**م ۹۴ھ**) اور امام الشعبیؒ (**م ۱۰۳ھ**) کا بھی یہی قول ہے۔(**الاوسط لابن المنذریؒ ج:۱ص:۱۸۱،۱۸۲**) معلوم ہوا کہ خون کی طرح پیپ بھی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ،اور پھر "الوضوء مما یخرج ولیس مما یدخل" والی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ (**م ۱۵۰ھ**) بھی کہتے ہیں کہ بہنے والے خون اور پیپ سے وضو ٹوٹ جاتاہے۔یہی قول امام محمدؒ (**م ۱۸۹ھ**) اور امام ابو یوسفؒ (**م ۱۸۳ھ**) کا بھی ہے۔(**کتاب الاصل امعروف بالمبسوط للامام محمد ج:۱ص:۵۷،۱**) امام عطاء بن ابی رباحؒ (**م ۱۱۴ھ**) بھی یہی کہتے ہیں کہ پیپ نکلنے سے وضو ہے۔(**مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۵۴۶،واسنادہ صحیح**)

لہذا راجح یہی ہے کہ بہنے والے خون اور پیپ سے وضو ٹوٹ جاتاہے۔

امام الاعمشؒ (م۱۴۸ھ) کی 'عنعنہ' والی روایت ائمہ متقدمین کے نزدیک مقبول ہے۔

مولانا نذیر الدین قاسمی

امام سلیمان بن مہران الاعمشؒ (م۱۴۸ھ) کی 'عنعنہ' والی روایت جمہور محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔

۱۔ الامام الحافظ المحدث امیر المؤمنین فی الحدیث، شعبہ بن الحجاجؒ (م۱۶۰ھ) کے نزدیک امام اعمشؒ کبھی کبھار تدلیس کرنے والے تھے۔

چنانچہ، حافظؒ (م۸۵۲ھ) **'شعبہ عن الاعمش'** کے تحت فرماتے ہیں کہ: **'شعبة لا يحدث عن شيوخه الذين ربما دلسوا إلا بما تحقق أنهم سمعوه'** امام شعبہؒ اپنے اس شیوخ سے روایت بیان نہیں کرتے، جو کبھی کبھار تدلیس کرتے ہیں، مگر وہ تحقیق کرتے ہیں کہ ان کبھی کبھار تدلیس کرنے والے شیخ نے اس روایت کو سنا ہے۔(**فتح الباری: جلد ۴: صفحہ ۱۹۴**) اسکین ملاحظہ فرمائے

فتح الباري
بشرح
صحيح البخاري
للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
"٧٧٣-٨٥٢هـ"
طبعة مزيدة بفهرس أبجدي بأسماء كتب صحيح البخاري
قرأ أصله تصحيحا وتحقيقا
وأشرف على مقابلة نسخه المطبوعة والمخطوطة
عبد العزيز بن عبد الله بن باز
الأستاذ بكلية الشريعة بالرياض
رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه
محمد فؤاد عبد الباقي
قام بإخراجه وصححه وأشرف على طبعه
محب الدين الخطيب
الجزء الرابع
دار المعرفة
بيروت. لبنان

١٩٤ — ٣٠ - كتاب الصوم

الصوم حيث قيل فى آخره « فدين الله أحق أن يقضى » . وأما رمضان فيطعم عنه ، فأما المالكية فاجابوا عن حديث الباب بدعوى عمل أهل المدينة كعادتهم ، وادعى القرطبي تبعا لعياض أن الحديث مضطرب ، وهذا لا يتأتى إلا فى حديث ابن عباس ثانى حديثى الباب ، وليس الاضطراب فيه مسلما كما سيأتى ، وأما حديث عائشة فلا اضطراب فيه. واحتج القرطبي بزيادة ابن لهيعة المذكورة لانها تدل على عدم الوجوب ، وتعقب بأن معظم المجيزين لم يوجبوه كما تقدم وإنما قالوا يتخير الولى بين الصيام والإطعام ، وأجاب الماوردى عن الجديد بأن المراد بقوله « صام عنه وليه » أى فعل عنه وليه ما يقوم مقام الصوم وهو الإطعام ، قال وهو نظير قوله « التراب وضوء المسلم إذا لم يجد الماء » ، قال فسمى البدل باسم المبدل فكذلك هنا ، وتعقب بانه صرف للفظ عن ظاهره بغير دليل . وأما الحنفية فاعتلوا لعدم القول بهذين الحديثين بما روى عن عائشة أنها « سئلت عن امرأة ماتت وعليها صوم ، قالت : يطعم عنها » . وعن عائشة قالت « لا تصوموا عن موتاكم وأطعموا عنهم » ، أخرجه البيهقى ، وبما روى عن ابن عباس « قال فى رجل مات وعليه رمضان قال يطعم عنه ثلاثون مسكينا » أخرجه عبد الرزاق ، وروى النسائى عن ابن عباس قال « لا يصوم أحد عن أحد » ، قالوا فلما أفتى ابن عباس وعائشة بخلاف ما روياه دل ذلك على أن العمل على خلاف ما روياه ، وهذه قاعدة لهم معروفة ، إلا أن الآثار المذكورة عن عائشة وعن ابن عباس فيها مقال ، وليس فيها ما يمنع الصيام إلا الأثر الذى عن عائشة وهو ضعيف جدا ، والراجح أن المعتبر ما رواه لا مارآه لاحتمال أن يخالف ذلك لاجتهاد ومستنده فيه لم يتحقق ولا يلزم من ذلك ضعف الحديث عنده ، وإذا تحققت صحة الحديث لم يترك المحقق للمظنون ، والمسألة مشهورة فى الأصول . واختلف المجيزون فى المراد بقوله « وليه » ، فقيل كل قريب ، وقيل الوارث خاصة ، وقيل عصبته ، والاول أرجح ، والثانى قريب ، ويرد الثالث قصة المرأة التى سألت عن نذر أمها . واختلفوا أيضا هل يختص ذلك بالولى ؟ لأن الأصل عدم النيابة فى العبادة البدنية ، ولأنها عبادة لاتدخلها النيابة فى الحياة فكذلك فى الموت إلا ما ورد فيه الدليل فيقتصر على ما ورد فيه ويبقى الباقى على الأصل وهذا هو الراجح ، وقيل يختص بالولى فلو أمر أجنبيا بأن يصوم عنه أجزأ كما فى الحج ، وقيل يصح استقلال الاجنبى بذلك وذكر الولى لكونه الغالب ، وظاهر صنيع البخارى اختيار هذا الأخير ، وبه جزم أبو الطيب الطبرى وقواه بتشبيهه ﷺ ذلك بالدين والدين لا يختص بالقريب . قوله (تابعه ابن وهب عن عمرو) يعنى ابن الحارث المذكور بسنده ، وهذه المتابعة وصلها مسلم وأبو داود وغيرهما بلفظه . قوله (ورواه يحيى بن أيوب) يعنى المصرى عن عبيد الله بن أبى جعفر بسنده المذكور ، وروايته هذه عند أبى عوانة والدارقطنى من طريق عمرو بن الربيع وابن خزيمة من طريق سعيد بن أبى مريم كلاهما عن يحيى بن أيوب وألفاظهم متوافقة ، ورواه البزار من طريق ابن لهيعة عن عبيد الله بن أبى جعفر فزاد فى آخر المتن « ان شاء » . قوله (حدثنا محمد بن عبد الرحيم) هو الحافظ المعروف بصاعقة ، ومعاوية بن عمرو هو الازدى ويعرف بابن الكرمانى من قدماء شيوخ البخارى حدث عنه بغير واسطة فى أواخر كتاب الجمعة وحدث عنه هنا وفى الجهاد وفى الصلاة بواسطة ، وكان طلب معاوية المذكور للحديث وهو كبير وإلا فلو كان طلبه وهو على قدر سنة لكان من أعلى شيوخ البخارى ، وزائدة شيخه هو ابن قدامة الثقفى مشهور قد لقى البخارى جماعة من أصحابه . قوله (عن مسلم البطين) بفتح الموحدة وكسر المهملة ثم تحتانية ساكنة ثم نون ، وسيأتى أن الحديث جاء من رواية شعبة عن الاعمش عن مسلم المذكور ، وشعبة لا يحدث عن شيوخه الذين ربما دلسوا إلا بما تحقق أنهم سمعوه . قوله

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حافظؒ کے نزدیک امام شعبہؒ ان شیوخ سے روایت بیان کرتے ہیں، جو کبھی کبھار تدلیس کرتے ہیں۔ البتہ ساتھ میں ان کے سماع کی بھی تحقیق کرتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ شعبہ بن الحجاجؒ (م۱۶۰ھ) کے نزدیک امام اعمشؒ کبھی کبھار تدلیس کرنے والے ہیں۔

امام ابو داؤدؒ (م۲۷۵ھ) کہتے ہیں کہ:

سمعت أحمد سئل عن الرجل يعرف بالتدليس يحتج فيما لم [يقل فيه سمعت] قال لا أدري فقلت الأعمش متى تصاد له الألفاظ قال يضيق هذا أي أنك تحتج به۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جو تدلیس کی وجہ سے معروف ہے کہ جب وہ '**سمعت**' نہ کہے، تو وہ قابل اعتماد ہوگا؟

امام احمدؒ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں ہے۔ تو امام ابو داؤدؒ نے کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اعمشؒ کی تدلیس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کے لئے الفاظ کیسے تلاش کئے جائیں گے۔ امام احمدؒ نے جواباً فرمایا: یہ کام بڑا مشکل ہے۔

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ آپ (یعنی امام احمدؒ) **امام اعمشؒ کی 'عنعنہ' والی روایت کو قابل اعتماد سمجھتے مانتے ہیں۔** (**سوالات ابی داؤد لاحمد: رقم ۱۳۸**) اسکین ملاحظہ فرمائے

من آثار الإمام أحمد في الجرح والتعديل

سؤالات أبي داود

سليمان بن الأشعث السجستاني

صاحب السنن

٢٠٢هـ - ٢٧٥هـ

للإمام

أحمد بن حنبل

في جرح الرواة وتعديلهم

١٦٤ - ٢٤١ هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور زياد محمد منصور

أستاذ مشارك بكلية الشريعة وأصول الدين

جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

مكتبة العلوم والحكم

المدينة المنورة

[١٣٨] ـ سمعت أحمد سُئل عن الرجل يُعرف بالتدليس[١]، يُحتجّ فيما لم يقـ[ـل فيه سمعت][٢]؟ [٤/أ] قال: لا أدري. فقلت: الأعمش[٣] متى تصاد[٤] له الألفاظ؟ قال: يضيق هذا، أي أنك تحتجّ به[٥].

[١٣٩] ـ قلت لأحمد: إذا اختلف الفِرْيَابي[٦] ووكيع، أليس يُقضى[٧] لوكيع؟ قال: مثل ماذا؟ قلت: ما لم يروه غيره[٨]. قال: ما أدري، وكيع ربّما

= تعديلاً، ولا يحتجّ بحديثه، لجواز رواية العدل عن غير العدل، أو لكونه عدلاً عنده، ضعيفاً عند غيره. (انظر: فتح المغيث ١/٣١٤ ـ ٣١٦. وتدريب الراوي ١/٣١٤).

(١) المراد بالتدليس هنا: أن يروي عمّن سمع منه ما لم يسمعه منه بصيغة تحتمل السماع وعدمه؛ كأن يقول: «عن فلان، أو قال فلان..». (انظر: شرح نخبة الفكر ١١٦. وتدريب الراوي ١/٢٢٣).

(٢) سقط سببته الأرضة، ولعل التكملة يقتضيها السياق. ويعيدها حكم التدليس على الصحيح عند جمهور المحدثين: «فما رواه بلفظ محتمل لم يبيّن فيه السماع فمرسل لا يقبل، وما بيّنه فيه كسمعت، وحدّثنا، وأخبرنا، وشِبهها فمقبول محتجّ به». (انظر: الكفاية ٣٦١. وتدريب الراوي ١/٢٢٩ ـ ٢٣٠).

(٣) الأعمش لقب، واسمه سليمان بن مِهْران، كوفي ثقة حافظ ورع، عارف بالقراءات، عالم بالفرائض، ما نقموا عليه إلا التدليس، وقد وصفه به أحمد وغيره، وعدّه ابن حجر فيمن احتمل الأئمة تدليسه. مات سنة سبع ـ أو ثمان ـ وأربعين ومائة. «انظر: الميزان ٢/٢٢٤. وجامع التحصيل ٢٢٨. والتهذيب ٤/٢٢٢. والتقريب ٢٥٤. وتعريف أهل التقديس ٦٧).

(٤) هكذا في الأصل، ويحتمل أن تُقرأ: «تعاد» لأنّ رسمها قريبٌ من ذلك؛ ولعلّ معناهما واحدٌ؛ أي متى تصاد مروياته التي لم يُصرّح فيها بالسماع، وتُعاد له، ولا يُحتجّ به؟.

(٥) «يضيق هذا..»: أي يقل وجود التدليس في مروياته إذا قورنت بكثرتها، والرأي أنّك تحتجّ به، ولو لم يُصرّح بالسماع. ولمثل هذا ذهب ابن حجر؛ حيث عدّه فيمن احتمل الأئمة تدليسهم، وأخرجوا لهم في الصحيح لقلة ما دلّسوا إلى جنب ما رووا. والتحقيق أنّ مروياته لا تُحمل على الإنقطاع إلا فيما نصّ الأئمة على ردّ حديثه فيه إذا لم يُصرّح بالسماع. والله أعلم. (انظر مصادر حاشية ترجمة الأعمش المتقدمة آنفاً).

(٦) محمد بن يوسف سيأتي تحت رقم [٢٦٨].

(٧) في الأصل «يقضا».

(٨) قال ابن عدي: «له إفرادات عن الثوري». وقد أخرج أحمد عدداً منها وصوّبها من رواية وكيع. وقال الذهبي: لأنه لازمه مدّة فلا يُنكر له ذلك. وقال العجلي: قال لي بعض البغداديين: أخطأ الفِرْيَابي في خمسين ومائة حديث من حديث سفيان. (انظر: النص [٢٦٨]، وعلل أحمد ـ ع ـ ٤١٥١، ٤١٥٥، ٤١٥٦، ٤١٥٨، ٤١٦٠، ٤١٦٤. وثقات العجلي ٤١٦. والكامل ٦/٢٢٣٧. والميزان ٤/٧١).

١٩٩

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک امام اعمشؒ کی 'عنعنہ' والی روایت قابل اعتماد ہے۔

نیز زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق:

۳۔ امام ابو داؤدؒ (م ۲۷۵ھ) نے بھی سکوت کے ذریعہ امام احمد بن حنبلؒ کے منہج کی تائید فرمائی ہے۔ **(انوار الطریق: صفحہ ۸)**

۴۔ امام العلل، امام الجرح والتعدیل، امام یحیٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کہتے ہیں ' **الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله**' کی سند سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ قوی سند ہے۔ **(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: صفحہ ۵۴)**[142]

غور فرمایئے! امام یحیٰ بن معینؒ نے بغیر کسی شرط کے، مطلقاً امام اعمشؒ کی روایت کو سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ قوی قرار دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام اعمشؒ کی روایت مطلقاً صحیح ہے، چاہے وہ عنعنہ والی ہو یا نہ ہو۔

اسکین: معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: صفحہ ۵۴

---

[142] معرفۃ علوم الحدیث للحاکم کی سند یوں ہے:

حدثني الحسين بن عبد الله الصيرفي، قال: حدثني محمد بن حماد الدوري بحلب، قال: أخبرني أحمد بن القاسم بن نصر بن دوست قال: حدثنا حجاج بن الشاعر قال: اجتمع أحمد بن حنبل، ويحيى بن معين، وعلي بن المديني في جماعة معهم اجتمعوا فذكروا أجود الأسانيد الجياد.....

اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، مگر محمد بن حماد الدوریؒ کے حالات نہیں مل سکے، لیکن تمام ائمہ محدثین نے یہ بات امام بن معینؒ سے ثابت مانی ہے۔

چنانچہ، حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ)، محدث بقاعیؒ (م ۸۸۵ھ) حافظ ابو الفضل عراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، فقیہ برہان الدین عبناسیؒ (م ۸۰۲ھ) حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)، حافظ ابو عبد اللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) وغیرہ تمام محدثین نے اس قول کو امام بن معینؒ کا ہی قول بتایا ہے۔ **(الاقتراح لابن دقیق العید: صفحہ ۶، مقدمۃ ابن الصلاح: صفحہ ۶، النکت الوافیۃ: جلد ۱: صفحہ ۱۰۰، التقیید والایضاح: صفحہ ۲۳، الشذا الفیاح: جلد ۱: صفحہ ۶۹، الباعث الحثیث: صفحہ ۲۲، النکت علی الصلاح: جلد ۱: صفحہ ۱۳۶، فتح المغیث: جلد ۱: صفحہ ۳۹)**

لہذا اس روایت میں محمد بن حماد الدوریؒ قابل اعتماد ہیں۔

كتاب

معرفة علوم الحديث

تصنيف

الإمام الحاكم أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ النيسابوري

رحمه الله

اعتنى بنشره وتصحيحه والتعليق عليه مع ترجمة المصنف

الأستاذ الدكتور

السيد معظم حسين، ام - اے، دی - فل (أكسن)

رئيس الشعبة العربية والإسلامية بجامعة دكة بنغاله

وطبع

تحت إدارة جمعية دائرة المعارف العثمانية الكائنة في عاصمة حيدر آباد الدكن

صانها الله عن الشرور والفتن

منشورات

المكتبة العلمية بالمدينة المنورة

لصاحبها محمد سلطان النمنكاني

ص.ب ٥٧

٥٤ معرفة علوم الحديث

[وأخبرني خلف بن محمد البخاري ثنا محمد بن حريث البخاري قال سمعت عمرو بن علي يقول : أصح الأسانيد محمد بن سيرين عن عَبيدة عن علي][1] .

أخبرنا أبو عبد الله محمد بن أحمد بن بَطَّة الإصبهاني عن بعض شيوخه قال سمعت سليمان بن داؤد يقول : أصح الأسانيد كلها يحيي بن أبي كَثير عن أبي سلمة عن أبي هريرة .

وسمعت أبا الوليد الفقيه غير مرة [يقول سمعت محمد بن سليمان بن خالد الميداني][2] يقول سمعت اسحاق بن ابراهيم الحنظلي يقول : أصح الأسانيد كلها الزهري عن سالم عن أبيه .

حدّثني الحسين بن عبد الله الصيرفي قال حدثني محمد بن حماد الدوري بحلب قال أخبرني أحمد بن القاسم بن نصر بن دوست قال حدثنا حجاج بن الشاعر قال اجتمع أحمد بن حنبل ويحيي بن معين وعلي بن المديني في جماعة معهم اجتمعوا فذكروا[3] أجود الأسانيد الجياد، فقال رجل منهم : أجود الأسانيد شعبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن عامر أخي أم سلمة عن أم سلمة، وقال علي بن المديني : أجود الأسانيد ابن عون عن محمد عن عَبيدة عن علي، وقال أبو عبد الله أحمد بن حنبل: أجود الأسانيد الزهري عن سالم عن أبيه، وقال يحيي: الأعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله، فقال له انسان: الأعمش مثل الزهري؟ فقال : برئت من الأعمش أن يكون مثل الزهري، الزهري يرى العرض والاجازة وكان يعمل لبني أمية، وذكر الأعمش فمدحه فقال: فقير صبور مجانب السلطان، وذكر علمه بالقرآن وورعه.

[قال الحاكم[4]] فأقول، وبالله التوفيق، إن هؤلاء الأئمة الحفاظ قد ذكر كلٌّ[5] ما أدى اليه اجتهاده في أصح الأسانيد ولكل صحابي رواة من التابعين ولهم أتباع

(١) ما بين القوسين المربعين زيادة في ظ، خ، ش وصف . (٢) الزيادة عن ظ، خ وصف . (٣) خ، ش، صف : «اجتمعوا اجتماعا فتذاكروا» وأيضا في ظ : «فتذاكروا» موضع : «فذكروا» (٤) زيادة في خ، ش وصف . (٥) ظ، خ، ش : «كل واحد» .

نیز، ایک اور مقام پر امام ابن معینؒ کہتے ہیں کہ:

كان الأعمش يرسل، فقيل له: إن بعض الناس قال: من أرسل لا يحتج بحديثه، فقال: الثوري إذاً لا يحتج بحديثه، وقد كان يدلس، إنما سفيان أمير المؤمنين في الحديث۔

اعمشؒ ارسال کرتے تھے (یعنی عن سے روایت کرتے ہیں)، اس پر انہیں کہا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو ارسال کرتا ہے، اس کی حدیث حجت نہیں ہے، تو امام ابن معینؒ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے، تو امام سفیان ثوریؒ کی حدیث حجت نہیں ہو گی (اس لئے کہ) وہ بھی تدلیس کرتے تھے (یعنی عن سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ) سفیان امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ **(شرح علل الترمذی لابن رجب: جلد ۲: صفحہ ۵۸۵)** اس روایت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن معینؒ کے نزدیک امام اعمشؒ 'معنعن' مضر نہیں، بلکہ قابل قبول ہے۔

۵۔ امام ابو حاتم الرازیؒ **(م ۲۷۷ھ)** فرماتے ہیں کہ '**الأعمش ربما دلّس**'، امام اعمشؒ **(م ۱۴۸ھ)** کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے۔ **(العلل لابن ابی حاتم: جلد ۱: صفحہ ۴۰۶، جلد ۱: صفحہ ۱۱۸)**

اسکین:

كِتَابُ العِلَلِ

تأليف

الحافظ أبي محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم محمد بن إدريس الحنظلي الرازي

(٢٤٠-٣٢٧هـ)

تحقيق

فريق من الباحثين

بإشراف وعناية

د/ سعد بن عبد الله الحميد

و

د/ خالد بن عبد الرحمن الجريسي

المجلد الأول

عِلَلُ أَخْبَارٍ رُوِيَتْ فِي الطَّهَارَةِ — المسألة (٩) — ٤٠٥

فأيُّهما الصَّحيحُ من حديث الأعمش ؟

قال أبي: الصَّحيحُ مِنْ[١] حديثِ هؤلاءِ النَّفَر: عن الأعمش، عن أبي وائلٍ، عن حذيفة، عن النبيِّ ﷺ؛ وَهِمَ في هذا الحديث أبو بكر ابنُ عيَّاش؛ إنما أراد: الأعمش[٢]، عن مسلم بن صُبَيْحٍ، عن مسروق، عن المغيرة، ولم[٣] يُمَيِّزْ حديثَ أبي وائلٍ من حديث مسلم.

قلتُ لأبي زرعة: فأيُّهما الصَّحيحُ ؟

قال: أخطأ أبو بكر بن عَيَّاش في هذا؛ الصَّحيحُ مِنْ حديثِ الأعمش: عن أبي وائلٍ، عن حذيفة[٤].

ورواه منصور[٥]، عن أبي وائلٍ، عن حذيفة؛ ولم يذكر المَسْح، وذَكَرَ أنَّ النبيَّ ﷺ [بال][٦] قائمًا[٧].

= ورواه البيهقي في "السنن الكبرى" (١/١٠١) من طريق شعبة، عن عاصم، كلاهما (حماد بن أبي سليمان، وعاصم) عن أبي وائل، به.
قال البيهقي: « كذا رواه عاصم بن بهدلة، وحماد بن أبي سليمان، عن أبي وائل، عن المغيرة، والصحيح ما روى منصور والأعمش، عن أبي وائل، عن حذيفة؛ كذا قاله أبو عيسى الترمذي وجماعة من الحفاظ ».

(١) قوله: « من » من (أ) فقط.
(٢) روايته أخرجها البخاري في "صحيحه" (٣٨٨)، ومسلم في "صحيحه" (٢٧٤).
(٣) في (ت) و(ك): « قيل » بدل: « ولم »، وصوبها العلّامة المعلمي في نسخته من "العلل": « فلم ».
(٤) انظر كلام الدارقطني آخر المسألة.
(٥) هو: ابن المعتمر. وروايته أخرجها البخاري في "صحيحه" (٢٢٥)، ومسلم في "صحيحه" (٢٧٣).
(٦) في جميع النسخ: « قال »، والتصويب من "صحيح البخاري" (٢٢٤و٢٢٥) وغيره.
(٧) في (أ): « فإنما » بدل: « قائما »، وفي (ت): « وإنما ». ولم تنقط النون في (ت).

---

٤٠٦ عِلَلُ أَخْبَارٍ رُوِيَتْ فِي الطَّهَارَةِ — المسألة (٩)

قلتُ: فالأعمش ؟

قال: الأعمشُ[١] ربَّما دَلَّس.

وقلتُ[٢] لأبي وأبا زرعة[٣]: حديثُ[٤] الأعمش، عن أبي وائلٍ، عن حذيفة، أصحُّ، أو حديثُ عاصم، عن أبي وائل، عن المغيرة ؟ .

قال أبي: الأعمشُ أحفظُ من عاصم.

قال أبو زرعة: الصَّحيحُ: حديثُ عاصمٍ، عن أبي وائلٍ، عن

(١) قوله: « قال: الأعمش » سقط من (ك).
(٢) في (ت) و(ك): « قلت » بلا واو .
(٣) كذا في جميع النسخ، وهو ضمن السقط الذي في (ش). والجادة: « وأبي زرعة »، ومجيئه بالألف له تخريجان:
الأول: أنه مجرورٌ بكسرة مقدَّرةٍ على الألف للتعذُّر، على لغة بني الحارث بن كعب، وخَثْعم، وزُبَيْد؛ فإنهم يُجْرون الأسماء الستة مجرى الاسم المقصور مطلقًا - رفعًا ونصبًا وجرًّا - فيقولون مثلاً: هذا أبا زرعة، ورأيتُ أبا زرعة، ومررت بأبا زرعة، ومن شواهد هذه اللغة: قول ابن مسعودٍ لأبي جهل: « أنتَ أبا جهل ». وقولُ رُؤْبة أو أبي النَّجْم العِجْلي:
إنَّ أباها وأبا أباها ... قد بَلَغا في المَجْدِ غايَتَاها
والجادَّة أن يقال: « أنتَ أبو جهل »، و « إنَّ أباها وأبا أبيها ». وانظر في هذه اللغة: "شرح المفصَّل" (١/٥٢- ٥٣)، و"شواهد التوضيح والتصحيح، لمشكلات الجامع الصحيح" لابن مالك (ص١٥٧)، و"التذييل والتكميل" لأبي حيان (١/١٦٤- ١٦٧)، و"شرح ابن عقيل على ألفية ابن مالك" (١/٥٤).
والثاني: أنه منصوبٌ بالألف على مذهب الجمهور، وهو على ذلك مفعولٌ معه لـ« قلتُ »، والواو للمعية، والمعنى: قلتُ لأبي مع أبي زرعة؛ كما تقول: سِرْتُ والطَّريقَ، أي: مع الطريق. انظر: "شرح ابن عقيل" (١/٥٣٦- ٥٣٧).
(٤) في (أ): « عن حديث »، وكأنه ضرب على قوله: « عن ».

معلوم ہوا کہ امام شعبہؒ اور امام ابو حاتمؒ کے نزدیک اعمشؒ قلیل التدلیس ہیں۔

اور قلیل التدلیس کے بارے میں، خبیب احمد صاحب غیر مقلد عالم لکھتے ہیں کہ قلیل التدلیس کی 'معنعن' حدیث صحیح ہوتی ہے۔(**مقالات اثریہ: صفحہ ۲۴۴**) اسکین ملاحظہ فرمائے

مقالات اثریہ — 244

تیسرا مقالہ:

محدثین اور مسئلۂ تدلیس

احادیث کی پرکھ کے لیے محدثین نے مصطلح الحدیث متعارف کرائی۔ جس میں سلسلۂ سند کے متصل اور منقطع ہونے کے قواعد ذکر کیے گئے۔ انقطاع جلی اور انقطاع خفی پر بحث کی گئی۔ انقطاع خفی کا دوسرا نام تدلیس ہے جو نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ راقم الحروف نے بھی اس کی نزاکت کے پیشِ نظر قلم اُٹھایا اور "التحقیق والتنقیح في مسئلة التدلیس" رقم کیا۔ جس میں ثابت کیا کہ تدلیس کی کمی و بیشی کی بنا پر روایت کا حکم متغیر ہوتا ہے۔ کثیر التدلیس کی معنعن روایت ضعیف جبکہ قلیل التدلیس کی معنعن حدیث صحیح ہوتی ہے۔ مؤخر الذکر کی وہی روایت لائقِ التفات نہ ہوگی جس میں فی الواقع تدلیس ہوگی۔ یہی منہج متقدمین اور متاخرین ائمۂ حدیث کا ہے۔

بعض فضلا نے ہمارے موقف کا تعاقب کیا اور اصرار کیا کہ تدلیس الاسناد کے مرتکب کی ہر معنعن حدیث ضعیف ہے۔ چاہے راوی قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔ اس عمومی حکم سے وہی روایت مستثنیٰ ہوگی جس کی معتبر متابعت موجود ہوگی یا صحیح شاہد مذکور ہوگا۔ یہی موقف امام شافعی ؒ اور جمہور کا ہے!

آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام شافعی ؒ اور ان کے ہمنواؤں کے موقف میں کتنا وزن ہے۔ ان شاء اللہ!
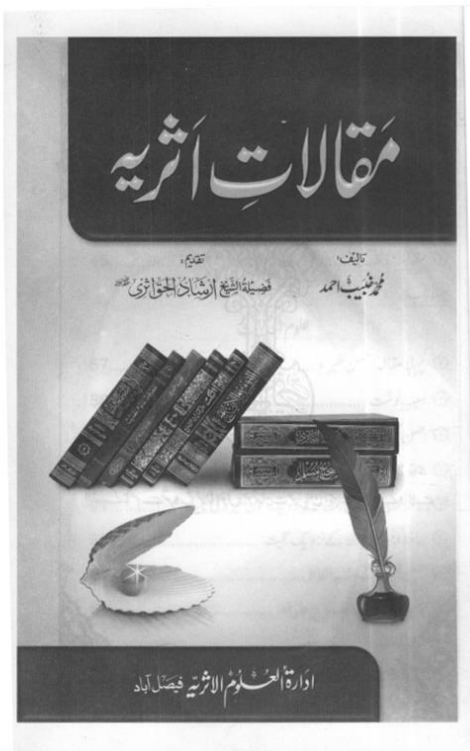
اہل حدیث عالم، کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ قلیل التدلیس راوی تدلیس کر کے بصیغہ عن بیان کر سکتا ہے، لیکن غالب احتمال عدمِ تدلیس کا ہے، اس لئے ان کا 'معنعن' قبول ہو گا۔ (**انوار البدر: صفحہ ۱۴۷**) معلوم ہوا کہ خود غیر مقلدین کے اصول سے بھی امام اعمشؒ کی 'معنعن' قابل قبول ہے [143]

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر — 147

تدلیس سے متعلق صحیح موقف یہی ہے کہ کثیر التدلیس مدلس رواۃ کا عنعنہ دیگر طرق میں عدم صراحت اور عدم شواہد ومتابعات کی صورت میں رد ہوگا۔

لیکن قلیل التدلیس مدلس کا عنعنہ عام حالات میں قبول ہوگا الا یہ کہ کسی خاص روایت میں عنعنہ کے ساتھ ساتھ تدلیس کا بھی ثبوت مل جائے یا تدلیس پر قرائن مل جائیں۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہم کثیر الخطاء اور قلیل الخطاء راوی میں فرق کرتے ہیں اور یوں موقف اپناتے ہیں کہ:

☆ کثیر الخطاء راوی کی مرویات عدم شواہد ومتابعات کی صورت میں رد ہوں گی۔

☆ اور قلیل الخطاء یعنی صدوق راوی کی روایات عام حالات میں مقبول وحسن ہوں گی الا یہ کہ کسی خاص روایت میں اس کی غلطی صراحتا ثابت ہو جائے یا اس کی غلطی پر قرائن مل جائیں۔

یادر ہے کہ تدلیس اور مدلس کے عنعنہ میں فرق ہے اگر مدلس نے عن سے روایت کیا ہے تو اس کا یہ لازمی مطلب نہیں ہے کہ اس نے اس عنعنہ میں تدلیس بھی کی ہے۔ بلکہ یہاں فقط احتمال ہے کہ تدلیس کی ہوگی یا نہیں کی ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ کون سا احتمال غالب ہے؟ کیونکہ غالب احتمال ہی کی بنا پر حکم لگتا ہے۔ بلکہ یہ کہہ لیں کہ اصول حدیث کے اکثر احکامات غالب احتمال ہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلا:

❂ ثقہ وصدوق کی روایت کو صحیح کہا جاتا ہے حالانکہ کوئی ثقہ معصوم عن الخطا نہیں ہے بلکہ غلطی بھی کر سکتا ہے لیکن غالب احتمال صحت کا رہتا ہے اس لئے صحیح کا حکم لگتا ہے۔

❂ کثیر الخطاء کی روایت صحیح بھی ہو سکتی ہے ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ وہ غلطی ہی کرے لیکن غالب احتمال غلطی کا رہتا ہے اس لئے ضعیف کا حکم لگتا ہے۔

❂ کذاب راوی سچ بھی بول سکتا ہے بلکہ شیطان کا بھی سچ بولنا ثابت ہے لیکن کذاب کی روایت میں کذب کا احتمال غالب ہے اس لئے موضوع کا حکم لگتا ہے۔

یہی حال کثیر التدلس اور قلیل التدلیس مدلس کا بھی ہے۔

❁ قلیل التدلیس راوی تدلیس کر کے بصیغہ عن بیان کر سکتا ہے لیکن غالب احتمال عدم تدلیس کا ہے اس لئے اس کا عنعنہ قبول ہوگا۔

❁ کثیر التدلیس راوی بغیر تدلیس کے بھی بصیغہ عن بیان کر سکتا ہے لیکن غالب احتمال تدلیس کا رہتا ہے اس لئے اس کا عنعنہ غیر مقبول ہوتا ہے۔

1 — انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنوارُ البَدْر

فی

وَضعِ الیَدینِ علی الصَدر

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی
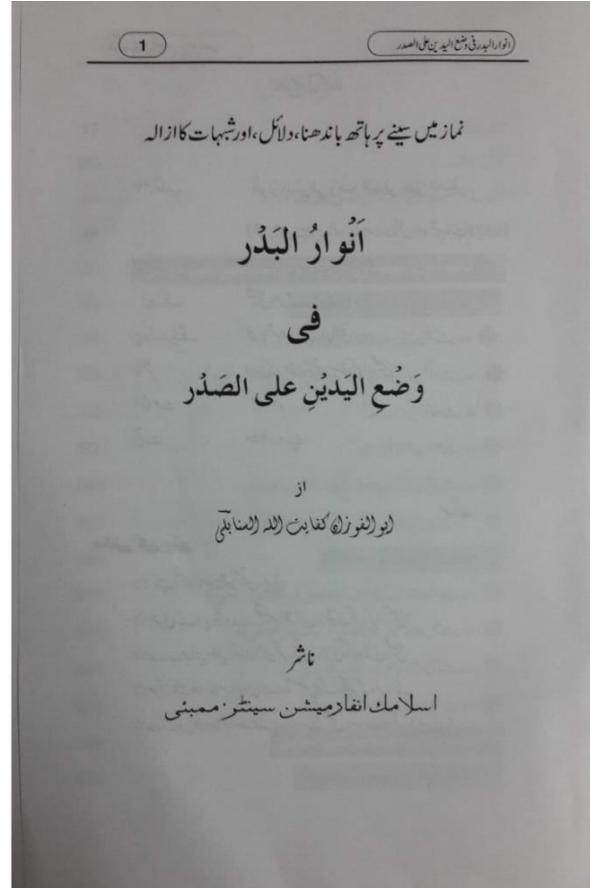
غالباً یہی وجہ ہے کہ امام یحیٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) امام اعمش کی 'معنعن' روایت سے استدلال کرتے تھے، اور انہیں صحیح مانتے تھے۔

بلکہ امام ابو الحارث الصائغ ؒ (**وھو صاحب الکتاب**) اور امام عبد اللہ بن احمدؒ کی روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں 'ما رواہ **الأعمش عن إبراھیم عن علقمة عن عبد اللہ عن النبی ﷺ فھو ثابت**' ہر وہ حدیث جو '**الأعمش عن إبراھیم عن علقمة عن عبد اللہ عن النبی ﷺ**' کی سند سے ہو، وہ ثابت ہے۔ (**الجامع لعلوم الامام احمد: علوم الحدیث: جلد ۱۵: صفحہ ۴۱۵**، واللفظ لہ، **العدۃ للقاضی ابی یعلیٰ: جلد ۳: صفحہ ۹۸۶، تاریخ بغداد: جلد ۵: صفحہ ۳۳۶**)

[143] **انوار البدر: صفحہ ۳۴۰، ۳۴۳۔**

اسکین: العُدۃ للقاضی ابی یعلیٰ: جلد ۳: صفحہ ۹۸۶

في أصُولِ الفِقهِ

تأليف

القاضي أبي يعلى محمد بن الحسين الفرّاء البغدادي الحنبلي

۳۸۰ – ٤٥٨ هـ

حققه وعلق عليه وخرّج نصّه

الدكتور أحمد بن علي سير المباركي

الأستاذ المشارك في كلية الشريعة بالرياض
جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

المجلد الأول

ما خرج عنه لجميع من أراده ، وذلك أن الراوية بالإجازة إنما تصح لما صح عنده من حديثه ، وهذا المعنى موجود في المطلقة والمقيدة .

فإن روى حديثاً عن غيره فقال : حدثني فلان عن فلان ، حمل على أنه سمع ذلك منه من غير واسطة ، ويكون خبراً متصلاً .

وقد قال أحمد رحمه الله في رواية أبي الحارث وعبد الله : ما رواه الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله عن النبي ﷺ فهو [ثابت][1] ، وما رواه الزهري عن سالم عن أبيه ، وداود عن أشعث عن علقمة عن عبد الله ، ثابت .

وبهذا قال أصحاب الشافعي .

ومن الناس من قال : حديث العنعنة غير صحيح ؛ لأن قول عبد الرزاق عن مَعْمَر ، يحتمل : أن يكون غير مَعْمَر ، وهو عنه على ما روى ، ولكن لا لأنه سمعه منه .

وهذا غلط ؛ لأن الظاهر من حال الراوي إذا قال : حدثني فلان عن فلان ، أن كل واحد منهم سمع ذلك من [١٤٨/ب] الذي روى عنه من غير واسطة، فإنه لو كان واسطة لذكره وما أدرجه ، فحمل الأمر على ذلك ، ووجب العمل بالخبر .

مسألـــة

إذا روى صحابي عن صحابي خبراً عن النبي ﷺ ، لزمه العمل به ،

= له ترجمة في : « تاريخ بغداد » (٣٢/١٤) ، وورد ذكره في ترجمة أبي بكر عبد العزيز المعروف بغلام الخلال في : « تاريخ بغداد » (٤٥٩/١٠) ، وله أيضاً ترجمة في « طبقات الحنابلة » (١١٩/٢) .

(١) بياض بالأصل يقدر بكلمة والتصويب دل عليه نقل أبي البقاء الفتوحي في كتابه «شرح الكوكب المنير» ص (٢٨٩) من الملحق .

٩٨٦

لیجئے، اس سے زیادہ اور کیا واضح دلیل چاہیے کہ متقدمین ائمہ جرح و تعدیل امام اعمشؒ کی 'معنعن' روایت کو صحیح و ثابت مانتے ہیں ۔ نیز، جمہور محدثین کے نزدیک بھی امام اعمشؒ طبقات ثانیہ کے مدلس ہیں۔

اگرچہ،

۶۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اپنی کتاب 'النکت' میں امام اعمشؒ کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے[144]، لیکن انہوں نے اپنی دوسری مشہور اور مقبول طبقات المدلسین میں امام اعمشؒ کو دوسرے طبقہ میں شمار فرمایا ہے۔ دیکھئے (**طبقات المدلسین: صفحہ ۳۳**) اور ان کی 'عن' والی روایت کو صحیح بھی کہا ہے۔ (**فتح الباری: جلد ۲: صفحہ ۴۹۵**، حدیث مالک الدار) اسکین ملاحظہ فرمائے

[144] اہل حدیث مسلک کے محقق ابو خرم شہزاد صاحب یہ اصول لکھتے ہیں کہ اگر کسی محدیث کے ایک ہی راوی کے بارے میں ۲ مختلف قول ہیں، تو اس محدث کے دونوں قول آپس میں ٹکرا کر ساقط ہو جائیں گے یا پھر جمہور محدثین کے موافق جو قول ہو گا، وہ لے لیا جائے گا اور دوسرا قول چھوڑ دیا جائے گا۔ (**کتاب الضعفاء والمتروکین: جلد ۱: صفحہ ۹۰**) لہذا اہل حدیثوں کے اس اصول کی روشنی میں عرض ہے کہ

فتح الباري بشرح صحيح البخاري

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

"٧٧٣-٨٥٢هـ"

الجزء الثاني

دار المعرفة

بيروت - لبنان

۷۔ حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے بھی امام اعمشؒ کی 'عن' والی روایت کو قوی اور مضبوط کہا ہے۔ (مسند الفاروق: جلد ۱: صفحہ ۲۲۳)

اسکین:

مسند الفاروق

أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأقواله على أبواب العلم

تصنيف

إسماعيل بن عمر بن كثير الشافعي الدمشقي

٧٠٠ - ٧٧٤هـ

الجزء الأول

أبومعاوية ، عن الأعمش ، عن أبي صالح ، عن مالك الدار ، قال : أصاب الناسَ قحطٌ في زمان عمر (رضي الله عنه) فجاء رجل إلى قبر النبي ، فقال : يارسول الله ! استسقِ الله لأمتك فإنهم قد هلكوا ، فأتاه رسول الله ﷺ في المنام ، فقال : ائت عمر فأقرئهُ مني السلام ، وأخبره أنكم مُسْقَوْنَ ، وقل له عليك بالكيْس الكيْس ، فأتى الرجل فأخبر عمر وقال : يارب لا آلو ماعجزت عنه (٢٣٧) .

هذا إسناد جيد قوي

خبر نيل مصر

قال الحافظ أبو القاسم هبة الله بن الحسن اللالكائي الطبري(٢٣٨) : أخبرنا محمد ابن أبي بكر ، حدثنا محمد بن مخلد ، حدثنا محمد ابن إسحاق ، حدثنا عبد الله بن صالح ، حدثني ابن لهيعة ، عن قيس بن حجاج ، عمن حدثه قال : لما فتحت مصر أتى أهلها عمرو بن العاص حين دخل بؤنة (من أشهر العجم) فقالوا : أيها الأمير ، إن لنيلنا هذا ...

چونکہ حافظ ابن حجرؒ کا امام اعمشؒ کو دوسرے طبقہ میں شمار کرنا جمہور کے موافق ہے، اس لئے اسے ترجیح حاصل ہے، اور النکت میں موجود تقسیم کو ترک کر دیا جائے گا۔

۸۔ الامام الحافظ صلاح الدین العلائیؒ (م۷۶۱ھ) نے بھی امام اعمشؒ کو طبقات ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ (**جامع التحصیل: صفحہ ۱۱۳**)، اور طبقات ثانیہ کے مدلسین کے بارے میں کہا کہ:

ثانیھا من احتمل الائمة تدلیسه وخرجوا له فی الصحیح وإن لم یصرح بالسماع وذلک إما لإمامته أو لقلة تدلیسه فی جنب ما روی أو لأنه لا یدلس إلا عن ثقة۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جن کی تدلیس کو ائمہ حدیث نے برداشت کیا ہے، اور ان کی روایت کو صحیح حدیث کی کتابوں میں ذکر کیا ہے چاہے وہ سماع کی تصریح نہ کریں، ان کے امام ہونے کی وجہ سے، ان کی مرویات کے مقابلہ ان کی تعداد بہت کم ہونے کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ وہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے۔ (**جامع التحصیل: صفحہ ۱۱۳**)

۹۔ امام ابوزرعہ ابن العراقیؒ (م۸۲۶ھ) بھی امام اعمشؒ کو طبقاتِ ثانیہ کے مدلس مانتے ہیں۔ (**المدلسین لابن العراقی: صفحہ ۱۰۹**)

۱۰۔ امام سبط ابن العجمی (م۸۴۱ھ) نے بھی اَعمشؒ کو دوسرے طبقہ کا مدلس مانا ہے۔ (**التبیین لأسماء المدلسین لسبت ابن العجمی: صفحہ ۶۵**)

۱۱ ۔ اسی طرح غیر مقلد عالم بدیع الدین شاہ راشدی صاحب نے بھی امام اعمشؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ (**الجزء المنظوم فی اسماء المدلسین، فتح المبین: صفحہ ۸۹**)

امام یعقوب بن سفیانؒ (م۲۷۷ھ) کی ایک اہم وضاحت:

۱۲۔ امام یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م۲۷۷ھ) کہتے ہیں کہ '**حدیث سفیان و أبي إسحاق و الأعمش ما لم یعلم أنه مدّلس یقوم مقام الحجـــة**' سفیان، ابو اسحاق اور اعمشؒ کی حدیث حجت سمجھی جائے گی، جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس میں انہوں نے تدلیس کی ہے۔ (**التاریخ والمعرفة: جلد ۲: صفحہ ۶۳۷**)

یہ لیجئے، امام یعقوب بن سفیانؒ بھی کہتے ہیں کہ جب تک کسی حدیث میں یہ ثابت نہ جائے کہ امام اعمشؒ، امام ثوریؒ اور امام ابو اسحاق السبیعی علیہ الرحمہ نے تدلیس کی ہے، تب تک ان کی حدیثوں سے استدلال کیا جا سکتا ہے، ان کی حدیثیں حجت ہوں گی، چاہے، وہ عن کے صیغہ سے ہو یا کسی اور سے۔

اسکین: التاریخ والمعرفة: جلد ۲: صفحہ ۶۳۷

كتاب
المعرفة والتاريخ

تأليف
أبي يوسف يعقوب بن سفيان البسوي
رواية
عبد الله بن جعفر بن درستويه النحوي

حقفه وعلق عليه
الدكتور أكرم ضياء العمري
أستاذ بالجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

الجزء الثاني

مكتبة الدار بالمدينة المنورة

الأعمش عن أبيه مهران أن مسروقاً ورثه مع أخ له وكان حميلاً[1][2].

وحديث سفيان وأبي إسحق والأعمش ما لم يعلم أنه مدلس يقوم مقام الحجة.

وأبو إسحق والأعمش مائلان إلى التشيع، والأعمش ولاؤه لبني كاهل، وكاهل فخذ من بني أسد، وولاؤه ولاء عتاقة.

[منصور بن المعتمر]

حدثنا قبيصة (١٩٧ ب) قال: حدثنا سفيان عن منصور عن إبراهيم[3] عن علقمة قال: إختلف إلى عبدالله شهراً في إمرأة توفي عنها زوجها ولم يدخل بها ولم يفرض لها صداقاً فقال: لها مثل صداق نسائها، وعليها العدة ولها الميراث.

قال معقل بن سنان الأشجعي: قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم في إمرأة منا يقال لها بروع بنت واشق من بني رواس بن كعب مثل الذي قضيت. ففرح عبدالله بذلك.

«حدثنا قبيصة قال: ثنا سفيان عن منصور عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة قالت: كنت أغتسل أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من الإناء الواحد كلانا جنب، ويخرج رأسه من المسجد وهو معتكف وأنا حائض فأغسله، ويأمرني فأتزر ثم يباشرني وأنا حائض.»[4]

حدثنا الحميدي قال: ثنا سفيان قال: رأيت منصوراً وسمع وقع

(١) الحميل هنا المحمول النسب بأن يقول الرجل لآخر هو ابني أو أخي ليزوي ميراثه عن مواليه فلا يصدق إلا ببينة (سعيد بن منصور: كتاب السنن مجلد ٣ قسم ١/ ٦٩ حاشية (١)).
(٢) أوردها ابن سعد من طريق آخر (الطبقات ٦/ ٣٤٢) وهي في كتاب السنن لسعيد بن منصور ج ٣ قسم ١/ ٦٩).
(٣) إبراهيم بن يزيد النخعي.
(٤) البيهقي: السنن ١/ ١٨٩ وقال: رواه البخاري في الصحيح.

- ٦٣٧ -

الغرض اس لحاظ سے بھی امام اعمشؒ کی 'عن' والی روایت مقبول ہو گی، البتہ اس روایت میں اہل علم اور محدثین صراحت کر دیں کہ انہوں نے اس میں تدلیس کی ہے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا[145]۔

---

[145] یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین نے بھی امام اعمشؒ کی تدلیس پر اعتراض کیا ہے، جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس روایت میں انہوں نے تدلیس کی ہے۔

لہذا مدلس راوی کا متابع یا شاہد نہ مل جانے کی صورت میں ان کی اس روایت سے توقف کیا جائے گا۔ لیکن جن روایات میں ان کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے، تو ان کی 'عن' والی روایت کو بھی قبول کیا جائے گا، کیونکہ وہ جمہور متقدمین ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک کم تدلیس کرنے والے ہیں، اور ان کی 'عن' والی روایت سے متقدمین ائمہ جرح و تعدیل نے استدلال کیا ہے، اور اسے صحیح مانا ہے، پھر جمہور محدثین نے طبقات ثانیہ کا مدلس بھی مانا ہے۔

لہذا ان کی 'عن' والی روایت مقبول ہے۔

اعتراض نمبر ا:

بعض محدثین نے امام اعمشؒ کو کثرت سے تدلیس کرنے والا قرار دیا ہے، نیز کچھ لوگوں نے انہیں طبقات ثالثہ کا بھی مدلس بتایا ہے۔

الجواب:

خود غیر مقلدین کا اصول ہے کہ متقدمین کے مقابلہ میں متأخرین کی بات قابل قبول نہیں ہے۔ **(نور العینین: ص۱۳۷-۱۳۸، کتاب الضعفاء والمتروکین: صفحہ ۹۱)**

متقدمین ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے کہ امام اعمشؒ کثرت سے تدلیس کرتے ہیں، بلکہ ہم نے امام ابوحاتمؒ، امام شعبہؒ، وغیرہ سے ثابت کیا ہے کہ امام اعمشؒ کم تدلیس کرنے والے ہیں۔ لہذا خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں یہ اعتراض مردود ہے۔

جہاں تک بات ہے، تیسرے طبقہ کے مدلس کی، تو عرض ہے کہ: اہل حدیث مسلک کے زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ:

جب جمہور محدثین سے ایک بات ثابت ہو جائے، تو اس کے مقابلہ میں ہر شخص یا بعض اشخاص کی بات مردود ہے۔ (مقالات ۶-۱۴۳) لہذا جب جمہور محدثین (ابن حجرؒ، حاکمؒ، العلائیؒ، ابن العراقیؒ، سبط ابن العجمیؒ، وغیرہ) نے انہیں دوسرے طبقہ کا مدلس مانا ہے، تو خود اہل حدیثوں کے اصول میں جمہور کے مقابلہ میں امام اعمشؒ کو تیسرے طبقہ میں شمار کرنا شاذ اور غیر صحیح ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

بعض محدثین نے اعمشؒ کے بارے کہا ہے کہ وہ ضعفاء سے تدلیس کرتے ہیں اور عثمان بن سعید الدارمیؒ نے ان پر تدلیس تسویۃ کا بھی الزام لگایا ہے۔

الجواب:

اول تو امام سفیان ثوریؒ کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ وہ بھی ضعفاء سے تدلیس کرتے ہیں اور تدلیس تسویہ کا بھی ان پر الزام لگایا گیا ہے۔ **(نور العینین: صفحہ ۱۳۵، فتح المبین: صفحہ ۴۰)** تو کیا غیر مقلدین ان کی 'عن' والی روایت کو ترک کر دیں گے۔

دوم تدلیس تسویہ کے الزام کے جواب میں، امام ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲ھ)** کہتے ہیں کہ امام ثوریؒ اور امام اعمشؒ تدلیس تسویہ ان لوگوں سے کرتے تھے، جو ان کے نزدیک ثقہ ہوتے اور ان کے علاوہ کے نزدیک ضعیف۔

حافظؒ کے الفاظ یہ ہیں:

لا شك أنه جرح، وإن وصف به الثوري، والأعمش، فالاعتذار أنهما لا يفعلانه إلا في حق من يكون ثقة عندهما ضعيفا عند غيرهما. (تدریب الراوی: جلد ۱: صفحہ ۲۵۹، واللفظ له، النکت الوافیة للبقاعی: جلد ۱: صفحہ ۴۵۳)

نیز غیر مقلدین کی خدمت میں عرض ہے، جو امام سفیان ثوریؒ کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب کی تقلید میں دن رات کہتے ہیں کہ امام حاکمؒ نے انہیں مدلسین کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ **(نور العینین: صفحہ ۱۳۸)**

۱۳۔ کہ اگر آپ کے نزدیک امام حاکمؒ کے طبقات حجت ہیں، تو امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے امام اعمشؒ کو مدلس کے دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ **(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: صفحہ ۱۰۴ — ۱۰۶)** امید ہے غیر مقلدین یہاں بھی امام اعمشؒ کو بھی طبقہ ثانیہ کا مدلس مان کر ان کی 'عن' والی روایت کو قبول کر لیں گے۔

اخیر میں امام اعمشؒ کی تدلیس کے بارے میں '۳' اہم وضاحتیں:

وضاحت نمبر ۱:

امام اعمشؒ جمہور متقدمین ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک کم تدلیس کرنے والے ہیں۔ لہذا ان کی 'عن' والی روایت مقبول ہے۔ نیز، جمہور مدلسین کے طبقات بنانے والے محدثین نے بھی انہیں طبقہ ثانیہ کا مدلس بتایا ہے۔

وضاحت نمبر ۲:

جس روایت کے بارے میں محدثین نے وضاحت کی ہے کہ امام اعمشؒ نے اس روایت میں تدلیس کی ہے، تو اس روایت میں ان کا سماع یا متابع یا شاہد کے نہ ملنے کی صورت میں اس روایت کو ترک کر دیا جائے گا۔

لہذا جب تدلیس تسویہ اپنے نزدیک ثقہ سے کرتے ہیں، تو پھر تدلیس بھی وہ دونوں حضرات اپنے نزدیک ثقہ ہی سے لازماً کرتے ہیں، اور امام اعمشؒ اور امام ثوریؒ کو محدثین سے رواۃ کے سلسلہ میں اختلاف کا حق حاصل تھا، کیونکہ یہ دونوں ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین میں سے ہیں، اور رواۃ کی ثقاہت اور ضعف پر کلام کرتے ہیں۔ **(ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح و التعدیل: صفحہ ۱۷۵، المعین فی طبقات المحدثین: صفحہ ۵۴)** نیز، امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی ثوریؒ کے دفاع میں قریب قریب یہی بات کہی ہے۔ **(میزان الاعتدال: جلد ۲: صفحہ ۱۶۹)**

لہذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرات حقیقت میں کوئی تدلیس تسویہ کے مرتکب نہیں تھے۔

سوم ہم نے وضاحت کر دی ہے کہ جس روایت کے بارے میں ائمہ محدثین کے ذریعہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ امام اعمشؒ نے تدلیس کی ہے، تو ان کی اس روایت کو ترک کر دیا جائے گا، اگر سماع کی تصریح، متابع یا شاہد نہ ملا ہو تو۔

وضاحت نمبر ۳:

جس روایت کے بارے میں محدثین کی جانب سے کوئی صراحت نہ ہو کہ امام اعمشؒ نے اس 'عن' والی روایت میں تدلیس کی ہے ، تو اس 'عن' والی روایت کو جمہور متقدمین ائمہ جرح وتعدیل اور جمہور اصحاب طبقات المدلسین کے اصول کی روشنی میں قبول کیا جائے گا۔ لہذا غیر مقلدین کا امام اعمشؒ کی 'معنعن' روایت ضعیف قرار دینا باطل ومردود ہے۔

اور اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم سب کو حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔